کتاب وسنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار
ماہنامہ
اشرف الجرائد
حیدرآباد
Volume:11 Issue: 11 November 2018
مدیر
مولانا محمد عبدالقوی
ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد
www.idara.info
1

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

گواہی (ووٹ ڈالنا) شرعی فریضہ ہے

مولانا عبدالقادر فرید قاسمی*

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿۲۸۳﴾ (سورۃ البقرۃ)

ترجمہ: اور گواہی مت چھپاؤ، اور جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا قلب گنہ گار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتے ہیں۔

تشریح: کام دو طرح کے ہوتے ہیں ایک انفرادی اور ایک ملی واجتماعی، انفرادی کام میں ہر فرد آزاد ہوتا ہے کہ اپنے ضمیر کی آواز پر اپنے کام سرانجام دے، البتہ بحیثیت مسلمان وہ پابند ہوتا ہے کہ کوئی کام وہ شرع کے خلاف نہ کرے اور جہاں تک ملی واجتماعی نظام کا معاملہ ہے تو شرع نے چند ہدایات کی جانب رہنمائی کی ہے اور ان ہدایات کو روبہ عمل لانے سے امن وامان برقرار رہتا ہے اور اُنھیں نظر انداز کرنے سے بدامنی و بےچینی پیدا ہوجاتی ہے۔

جب لوگ اپنی انفرادی رائے کے ذریعہ اپنا اجتماعی انتظام وانصرام اور اقتدار واختیار کسی فرد کو سونپتے ہیں تو ایسے وقت وسعت ذہنی کے ساتھ پورے قوم کے مفاد کو سامنے رکھ کر کسی ایسے شخص کے بارے میں قیادت کی گواہی (ووٹ) دینا چاہیے جو قوم کے مفادات کو پورا کرنے کا، امن کی برقرار کا، مذہب پر چلنے کی آزادی دلانے کا، اپنے جذبات پر قوم کے جذبات کو ترجیح دینے کا اہل ہو؛ کیونکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جب تم میں سے تمہارے بہتر لوگ امیر ہوں تمہارے دولت مند لوگ دل کے کھلے ہوں اور تمہارے معاملات تمہارے مشورے سے طئے ہوتے ہوں تو زمین کے اوپر کا حصہ تمہارے حق میں اس کے نیچے حصہ سے بہتر۔

کسی اہل کو امیر بنانا شوریٰ یعنی باہمی مشاورت سے ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ شوریٰ میں سب سے اہم کردار غیر جانبدار اور غیر مرعوب ہو کر کسی کے بارے میں اس کے اہل ہونے کی گواہی دینا ہے، مشاورت کا کوئی

* استاذ شعبہ عالمیت ادارۂ ہٰذا

خاص طریقہ اسلام نے مدون نہیں کیا؟ دور خلافت راشدہ میں اجتماعی مشاورت اجتماعی بیعت تھی دور حاضر میں اجتماعی مشاورت انتخابات ہیں اور انتخابات کا اہم ترین جز ہر فرد کا کسی اہلیت رکھنے والے کے حق میں اس بات کی شہادت (ووٹ) دینا کہ یہ شخص اس عظیم منصب کا حق دار ہے، اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا بے حد ضروری ہے کہ فرد کی گواہی (ووٹ) سے فرد کا اور قوم کا بھلا بھی ہو سکتا ہے اور نقصان بھی، لہذا گواہی (ووٹ) دینے میں قرآنی ہدایات کو پیش نظر رکھنا از حد ضروری ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تم انصاف قائم کرنے والے، اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو جاؤ خواہ یہ گواہی تمہارے والدین یا تمہارے رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو، یا تمہارے ہی خلاف، اگر چہ جس کے خلاف گواہی ہو مال دار ہو یا محتاج اللہ ان دونوں کا تم سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ (الایۃ)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے ''لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ'' شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہ گار ہے، ان دونوں آیتوں سے پتہ چلا کہ گواہی (ووٹ ڈالنا) ضروری ہے اور نہ ڈالنا گواہی کو چھپانا ہے، جو بہت بڑا گناہ ہے۔ سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم دور رہو بتوں کی نجاست سے اور دور رہو جھوٹی بات کہنے سے یعنی جھوٹی گواہی دینے سے؛ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی متعدد مقامات پر جھوٹی گواہی کو اکبر الکبائر میں شمار کر کے اس پر شدید وعیدیں ارشاد فرمائی ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہنا چاہئے جھوٹی گواہی دینے پر جتنی وعیدیں ہیں وہ تمام وعیدیں نا اہل کو ووٹ دینے پر بھی صادق آتی ہیں۔

لوگوں کی ایک عام سی سوچ یہ ہے کہ ہم کو کوئی اہل ہی نظر نہیں آتا ہے یا یہ کہ ووٹ ڈالنے کا فائدہ کیا ہے؟ ہمارے ایک ووٹ سے کیا تبدیلی آنے والی ہے؟ اب سیاست میں کون شریف بچا ہے؟ کون صحیح معنی میں قوم کا ہمدرد وغم خوار ہے؟ ذہنوں میں ان سوالات کا آنا بالکل بجا ہے کیوں کہ موجودہ دور کی گندی سیاست اور اس کی چال بازیوں نے اجتماعی مشاورت یعنی الیکشن اور ووٹ کے ساتھ مکر وفریب رشوت، دغا بازی کو جز لاینفک بنا دیا ہے اسی وجہ سے شریف لوگ اس سے اجتناب کو بہتر تصور کرتے ہیں اس پر مستزاد کے بعض لوگ گواہی ووٹ کو دین وایمان کا ہی حصہ نہیں سمجھتے ہیں یہ ان کی کم فہمی اور دین سے ناواقفیت کی علامت ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر ان کا ہاتھ نہ پکڑیں تو یہ عین ممکن ہے کہ ان سب پر عذاب نازل فرما دیں، ایک جگہ ارشاد ہے کہ ''جس شخص کے سامنے کسی مومن کو ذلیل کیا جا رہا ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن بر سرِ عام ذلیل ورسوا کرے گا۔ ان دونوں روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اپنا حق رائے دہی استعمال کر کے ان ظالموں سے اقتدار کو پاک کرنا چاہیئے جو اسلام، مسلمانوں بلکہ انسانیت کے خلاف۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

درسِ حدیث

جامِ کوثر سے محروم لوگ

مولانا سید نذیر احمد یونس قاسمی*

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنِّیْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَیَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَیَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِیْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِیْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّیْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ

متفق علیہ (مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ ص ۴۸۷، ۴۸۸)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمہارا منتظر رہوں گا جو میرے پاس سے گذرے گا وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو پانی پی لے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا، ضرور میرے سامنے کچھ ایسے لوگ آئیں گے جنہیں میں جانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی تو میں کہوں گا کہ وہ تو میرے لوگ ہیں تو جواب میں کہا جائے گا کہ آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی چیزیں دین میں بڑھا دیں تو میں کہوں گا اللہ کی رحمت سے دور ہو، دور ہو وہ شخص جس نے میرے بعد دین میں تبدیلی کا ارتکاب کیا۔

تشریح: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ: روز قیامت لوگ جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور میدان محشر میں حاضر ہوں تو انتہائی پیاسے ہوں گے اس پیاس کے عالم میں حساب کے لئے حاضری سے قبل وہ حوض کوثر پر حاضر ہوں گے ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا جس سے ان کی امتیں سیراب ہوں گے اور سب سے بڑا حوض ہمارے آقا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوگا اور اس سے سیراب ہونے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دو حوض ہوں گے ایک میدان محشر میں پل صراط سے پہلے اور دوسرا جنت میں اور دونوں کا نام حوض کوثر ہی ہوگا، غرض جو صورت بھی ہو، لیکن روایات سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اس امت کو نبی علیہ السلام کے صدقہ میں خصوصی اعزاز سے نوازا جائے گا اور آقا علیہ السلام کا حوض کوثر

* استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

سب سے بڑا ہوگا جس میں ستاروں کی تعداد کے بقدر پیالے ہوں گے اور امت کی بھیڑ وہاں جمع ہوگی اور آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں آب کوثر پلایا جارہا ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس حوض کوثر کی نگرانی پر مقرر رہوں گے تاکہ کوئی غیر مستحق یہاں داخل نہ ہوجائے۔اسی درمیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں گے کہ کچھ لوگوں کو فرشتے آگے آنے سے روک رہے ہیں،آپ علیہ السلام فرمائیں گے کہ یہ تو میرے لوگ معلوم ہوتے ہیں،انہیں کیوں روک رہے ہو؟ تو فرشتے جواب دیں گے کہ آقا آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد کیا کیا خرافات ایجاد کی تھیں یہ سن کر نبی علیہ السلام بھی انہیں سحقاً سحقاً (دور ہو جاؤ دور ہو جاؤ) کہہ کر دھتکار دیں گے۔

اس حرمان نصیبی کی بنیادی وجہ بدعات وخرافات کی ایجاد اور امت میں تفرقہ بازی ہے کہ راہ شریعت وسنت سے ہٹ کر دوسری راہ اختیار کرنا گمراہی وضلالت میں ڈالدیتا ہے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ ہر ''نئی ایجاد'' کو لغت میں بدعت کہتے ہیں لیکن دین وشریعت میں بدعت اس عمل کو کہا جاتا ہے جس کو دین کا جزء اور موجب اجر وثواب سمجھ کر انجام دیا جائے جب کہ اس عمل کا ثبوت کتاب وسنت اور سلف صالحین سے نہ ہو۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ: بدعت یہ دین میں من گھڑت طریقہ ہے جو شریعت کے برابر درجہ میں رکھ دیا جاتا ہے اور جو مقاصد شریعت پر عمل کرنے میں پیش نظر ہوتے ہیں بعینہ وہی مقاصد (من گھڑت) طریقہ کو اپنانے میں بھی پیش نظر رکھے جاتے ہیں۔

محدثین نے وضاحت کی ہے کہ جو شخص بھی ارتداد اختیار کرے گا یا دین میں بدعات کو ایجاد کرے گا جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے تو وہ روز قیامت حوض کوثر سے دھتکار دیئے جانے والوں میں شامل ہوگا اسی لئے نبی علیہ السلام نے صاف ارشاد فرمایا کہ: دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں پہونچانے والی ہے۔

اس لئے ہر مسلمان کو غور کر لینا چاہئے کہ کہیں وہ دین کے نام پر بدعات میں مبتلا تو نہیں ہے اور محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت سے عقیدت کے نام پر بے دینی اور بدعات وخرافات میں ملوث تو نہیں ہیں کیونکہ نبی کا سامنا توان بدعات میں رہ کر ممکن نہیں ہے حوض کوثر پر حاضری اور جام کوثر پینا ان بدعات کی گندگیوں کے ساتھ ممکن نہیں ہے اور یہ سب سے بڑی محرومی ہوگی اس لئے ہر مومن کے لئے سنتوں پر عمل اور بدعات سے بچنے کی سعی لازمی اور ضروری ہے۔

پیش گفتار

کرنے کے دو اہم کام

از: مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین

ملک اس وقت جن حالات سے دوچار ہے اس کی روشنی میں اور اکابرینِ ملت کی تعلیمات و ہدایات کے حوالے سے دو باتوں کی جانب عامۂ مسلمین کو توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱ء مسلمان آپس میں ہر قسم کی کشیدگی کو دور کر کے اتحاد و بھائی چارہ کو فروغ دینے کی مخلصانہ سعی کریں؛ اتحاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فکری و فقہی اختلافات ہی کو ختم کر دیں، ظاہر ہے کہ نہ یہ ممکن ہے نہ ہی یہ نامعقول مطالبہ کبھی شرمندۂ وقوع ہوسکتا ہے، باہمی اتحاد اور اخوت و بھائی چارہ کا سادا سا مفہوم بس یہ ہے کہ مسلمان بہ حیثیت مسلمان ایک دوسرے کا احترام کریں اور حقوقِ اسلام ـــــ مثلاً سلام کرنا، اور اس کا جواب دینا، عیادت و بیمار پُرسی کرنا، دُکھ سُکھ کے مواقع پر انسانی و اسلامی ہمدردی کرنا، موت مٹی میں شرکت کرنا اور متاثرین کی تسلی و تعزیت کے فریضے کو انجام دینا، بالخصوص پڑوسیوں کے ساتھ زیادہ اکرام سے پیش آنا، اپنے اقوال و افعال کو دوسرے کے ضرر یا تکدّر کا سبب بننے سے محفوظ رکھنا وغیرہ ـــــ ادا کرنے کا اہتمام کریں۔

ذرا غور کیا جائے کہ مسلمانوں کی کونسی جماعت ہوگی جو اسلامی تعلیمات اور نبوی ہدایات کے داعی ہونے کی مدعی ہوتے ہوئے بھی مذکورہ باتوں کے اسلام میں شامل ہونے کی منکر ہو، سب ہی اسلامی جماعتوں کی کتابوں اور دعوتی مواد میں ان باتوں کا سنت اور مسلمانوں کے لئے لائقِ عمل ہونا موجود ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے شمار احادیث اور قرآن کریم کی متعدد آیات مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی اور رحم و کرم کے جذبے کے ساتھ رہنے کی ہدایت پر مشتمل ہیں، قرآن کریم نے مختصر لفظوں میں رحماء بینھم اور بنیان مرصوص سے اس کی تعبیر کی ہے تو زبانِ نبوت نے مسلمانوں کے اتحاد باہمی اور اخوت و بھائی چارگی کا کجسد واحد اور کونوا عباداللہ اخوانا سے تعارف کرایا ہے۔

کون کہتا ہے کہ اتحاد واخوت کا مطلب اپنے اپنے مسالک ومشارب اور علمی واجتہادی افکار ونظریات کو یک لخت ترک کر کے کسی ایک نظریہ ومسلک کا پابند ہوجانا ہے، جو چیز اُمت میں چودہ سو سال سے تکوینی طور پر چلی آرہی ہے وہ اب کس کے کہنے سے ختم ہوسکتی ہے اور کون عقل منداس نامعقول مطالبے کو حق بہ جانب اور ممکن العمل مان سکتا ہے؟

جو بات ہم کہہ رہے ہیں وہ بس اتنی ہے کہ اپنے اپنے مسلکوں سے وابستہ رہتے ہوئے، اپنے ائمہ اور اکابر کی تحقیقات پر پختگی کے ساتھ عمل کرتے ہوئے دیگر مکاتب فکر ومدرسہائے فقہ کے لئے بھی اس کی آزادی کو تسلیم کیا جانا چاہئے، نیز اپنے ہم مسلکوں اور ہم جماعتوں کی طرح اُن کے ساتھ بھی وسعتِ قلبی وخندہ پیشانی سے پیش آنا چاہئے، انہیں بھی ملت کا ایک حصہ ماننا اور بھرپور احترام کیا جانا چاہیئے، کیا یہ ممکن نہیں ہے؟ کیا اسلاف واکابر کی تاریخ میں اس کی روشن مثالیں اور لائقِ تقلید اُسوہ نہیں ہے؟ اس کے فوائد تاریخ کا روشن باب اور ایسا نہ کر سکنے کے مضرات مکروہ وناپسندیدہ حقائق نہیں ہے؟۔۔۔۔۔۔ پھر ایسا کیوں نہ ہوجائے کہ تمام مسالکِ اسلامی اور مکاتبِ فکری وفقہی کے راہنما اور قائدین واکابرین اپنی اپنی جماعتوں کے متبعین کو اختلافِ فکر وعمل کے باوجود اتحادِ اسلامی کا ثبوت دیتے ہوئے باہم شیر وشکر رہنے کی ترغیب اور حقوقِ اسلام ادا کرنے کی تلقین اہتمام سے شروع کردیں، مسلمانوں کو بتلائیں کہ اسلام کسی ایک جماعت ومسلک میں نہیں ہے تمام مسالک اسلام کا حصہ ہیں اور اس کے وسیع دامن میں داخل ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ موجود دور میں سارے عالم بالخصوص ہمارے ملک کی سیاسی وسماجی صورتِ حال کے تناظر میں کسی جماعت کے صاحبِ علم وفہم قائد کو اس مسئلے کی اہمیت وضرورت سے انکار نہیں ہوگا، یہ اور بات ہے کہ ہر جماعت میں کچھ محدود العلم اور تنگ نظر لوگ ہوتے ہیں جو احساسِ کمتری کے نتیجے میں تنگیٔ فکر ونظر کے شکار ہوتے ہیں، انہیں اپنا وجود وبقاء نفرتوں کا ماحول گرم رکھنے اور قوم کو لڑاتے رہنے میں نظر آتا ہے، وہ نہ اس سے اوپر اُٹھ کر سوچتے ہیں اور نہ ہی ان کی لیاقت وصلاحیت کوئی اچھے کام اور حوصلہ منداقدام کرنے کی متحمل ہے، سوا ایسے لوگوں کو سنجیدہ وسمجھ دار قائدین یکّا وتنہا کر کے رکھ سکتے ہیں اور اپنی وسعتِ نظری ورفعتِ فکری سے ان غرض کے بندوں کا دائرہ اثر وعمل تنگ کرتے ہوئے قوم وملت کو ملی مفاد میں متحدہ قوت بنانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں، بشرطے کہ اس بات کو ضروری اور معقول سمجھنے والے قائدینِ جماعت وتحریکات محض تسلیم واتفاق پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس اہم اصلاحی جدوجہد کو عملی جامہ پہنانا شروع کردیں، خدا کرے کہ ایسا ہو اور جلد ہو۔۔۔۔۔

(ملحوظہ) یہ بات ملی واسلامی فرقوں یا جماعتوں سے متعلق تھی، رہ گئے وہ فرقے جو اسلام کے بنیادی عقائد

سے منحرف ہو گئے اور اپنی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے رجوع وتوبہ کے لئے بھی تیار نہیں ہیں، اُن کا یہ انحراف فکر ونظر اور فقہ وفہم تک محدود نہیں ہے؛ بہ الفاظِ دگر نص فہمی کا اختلاف نہیں ہے، منصوصات ومعتقدات کے انکار پر مبنی انحراف واختلاف ہے، اس کی وجہ سے مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر نے انہیں خارجِ اسلام قرار دے دیا ہے ـــــ مثلاً قادیانی، شکیلی، منکرینِ حدیث، جماعت المسلمین وغیرہ ـــــ ان فرقوں کے ساتھ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو کوئی ہم دردی وخلوص وابستہ نہیں رکھنا چاہیئے، آج کل بعض پڑھے لکھے لوگوں کو یہ خبط سوار رہتا ہے، جو اسلام کی بنیادی واعتقادی معلومات نہ ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوجاتا ہے، اس لئے اتحاد و یک جہتی کے جذبے میں دشمنانِ اسلام سے نرم گوشگی کا معاملہ قطعاً نہیں کیا جاسکتا، وہ اسلام کے باغی ہیں، انہیں باغی ہی سمجھا جانا چاہیئے؛ إِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا، اس ملک میں چوں کہ اسلامی سربراہ نہیں ہے اور جمہوریت نے ہر نظریئے وعقیدے کو پناہ دے رکھی ہے اس لئے ہم انہیں کچھ نہیں کہتے، وہ قانون کے سہارے آرام سے جی سکتے ہیں جینے ہی دیا جاتا ہے، بس یہی بہت کافی، مسلمانوں کے خلوص ورواداری کا حق اسلام سے بغاوت کر کے انہوں نے خود کھولیا ہے، اس لئے اپنے دین وایمان کے تحفظ کی خاطر ہمیں اُن سے کلی طور پر علاحدہ رہنا اور ان کو اپنے سے علاحدہ رکھنا بہت ضروری ہے جو لوگ ایسے فرقوں کی دل داری کی بات کرتے ہیں وہ اپنے نبی ـــــ صلوات اللہ وسلامہ علیہ ـــــ کی دل آزاری کے مجرم بنتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

۲ء ملک میں فرقہ وارانہ منافرت کو بڑھاوا دینے کا سلسلہ تیزی کے ساتھ بڑھتا جارہا ہے، اس کے لئے ذرائع ابلاغ بالخصوص سوشل میڈیا کا خوب استعمال کیا جارہا ہے، اسلامی تعلیمات کی غلط تعبیرات اور قرآن کریم کی ناقص تشریحات کے ذریعے برادرانِ وطن کو مسلمانوں اور اسلام سے برگشتہ وبدگمان کرنے کی منظم کوششیں روز افزوں ہیں؛ یہ صورت حال ملک وملت دونوں کے حق میں اگرچہ سمِ قاتل ہے مگر ایک طبقہ ـــــ جسے نہ ملک سے کوئی ہم دردی ہے اور نہ ہی باشندگانِ ملک سے کوئی دلچسپی ہے ـــــ کا مقصد محض کرسئ اقتدار سے چمٹے رہ کر ایک مخصوص طبقے کے مفادات کے لئے کام کرنا ہے، اس طبقے نے جان بوجھ کر اور سوچ سمجھ کر فرقہ واریت بالخصوص مسلم قوم سے نفرت وعناد اور بغض وعداوت دیگر اقوامِ ملک کے دلوں میں پیدا کرنے کو اپنے ایجنڈے میں اہمیت دے رکھی ہے؛ ان کی اس تباہ کن اور نقصان دہ مہم سے غیر مسلم اقوام کی نئی نسل بری طرح متأثر ہوچکی ہے، اُس کے طرزِ عمل اور مسلمانوں کے تئیں خیالات میں نمایاں تبدیلی نظر آرہی ہے: اب تک کہا جاتا تھا کہ ایسے نظریات وخیالات ایک مخصوص جماعت اور چند افراد ہی تک محدود ہیں، غیر مسلموں کی اکثریت ایسا نہیں سوچتی ہے مگر یہ بات اب بہت حد تک بدل چکی ہے تیزی سے بدلتی بھی جارہی ہے۔

ہمارے بعض چوٹی کے قائدین دلت مسلم اتحاد کے ذریعہ ایک غیر جانب دار و منصف مزاج سیاسی قوت کو وجود میں لانے اور نفرت کے اس ماحول کو مٹانے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اس سلسلے میں دِلت قائدین کے ساتھ گفت وشنید اور تبادلۂ خیال کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، وہ لوگ بھی اس مسئلے میں اتفاق ودلچسپی کی باتیں کررہے ہیں، یہ اگرچہ اچھی سوچ اور مناسب اقدام ہے مگر تاہنوز اس میں جلد کامیابی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے، کیوں کہ اس تجویز کو مؤثر اور عملاً ممکن بنانے کے لئے عوامی سطح پر جس ذہن سازی اور عوامی اختلاط واتحاد کے جذبات اُبھارنے اور ایک جہتی کا ماحول بنانے کی ضرورت ہے اس کی جانب کوئی پیش رفت ہمیں نظر نہیں آتی ابھی یہ نظریہ صرف قائدین کی مجلسوں اور مشوروں کی حد تک محدود ہے، عوام کو ایک دوسرے سے قریب لانے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے کا کام ـــــ میری ناقص معلومات کی حد تک ـــــ شروع بھی نہ ہوسکا جب کہ نفرت پھیلانے اور دوریاں پیدا کرنے کے لئے کی جانے والی مساعی کے مذموم ومسموم اثرات سے صرف اعلیٰ ذاتیں ہی نہیں دَلِت عوام کے نوجوان اور خواتین بھی تیزی کے ساتھ متأثر ہوتی جارہی ہیں؛ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دَلت قائدین کی وہ کیا مجبوریاں ہیں جو انہیں اس کام کے مفید اور ضروری ہونے کے اعتراف کے باوجود عملی اقدام سے روکی ہوئی ہیں، کیوں وہ لوگ اپنی عوام کو جگہ جگہ جوڑ کر مسلمانوں سے دوری ختم کرکے قربت اختیار کرنے کے فوائد ومنافع سے آگاہ نہیں کررہے ہیں؟ جس طرح کہ پورے ملک میں مسلم قائدین پوری قوت وجرأت کے ساتھ مسلمانوں کو پسماندہ ومظلوم اقوام کے ہمدرد بن جانے کی تلقین کررہے ہیں اس لئے یہ کام دیر طلب ہے۔

ایسے حالات میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے قولاً وعملاً برادرانِ وطن کے ساتھ اُخوت اور بھائی چارہ کا ماحول بنائیں، اپنی اپنی بستیوں میں بسنے والے غیر مسلموں کا حقِ جوار ادا کرکے اپنے کو تمام انسانوں کا اچھا پڑوسی اور پسندیدہ ساتھی ثابت کریں، تاکہ ذرائع ابلاغ کی منصوبہ بند طریقے پر چلائی جانے والی اقلیت مخالف اور مُسلم دشمن تحریک ناکامی وشکست کا منھ دیکھنے پر مجبور ہوجائے؛ ہمارے پاس ذرائع ابلاغ نہیں ہیں، ہماری اچھی باتوں کے پرچار کے لئے میڈیا کے پاس گنجائش نہیں ہے، جھوٹے الزامات کے برحق جوابات تک شائع کرنے کے لئے وہ آمادہ نہیں ہیں، اسلام کی انسانیت نواز تعلیمات اور عدل وانصاف پر مبنی احکام منظرعام پر لانے کے لئے کسی طرح تیار نہیں، ہاں ہماری کمزوریاں اور عملی کوتاہیاں پھیلانے کے واسطے بڑے شوق ودلچسپی کے ساتھ تیار رہتے ہیں، ایسی صورت میں بہ جز اس کے کہ ہم خلقِ محمّدی ـــــ علی صاحبہا افضل الصلوٰت واز کی التحیات ـــــ اور اُسوۂ اسلامی کا عملی مظاہرہ بلالحاظِ مذہب وملت تمام انسانوں کے ساتھ کرنا شروع کریں جب کہ ہم خدا اور رسول کی طرف سے اس

کے پابند بھی ہیں، تمام انسانوں کے ساتھ انسانی بنیادوں پر ہمدردی وغم گساری کا سلوک کرنا اُن کے اچھے بُرے کو اپنا اچھا بُرا سمجھنا، مظلوموں کی حمایت کرنا، پڑوسیوں کو کم از کم اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا، بھلے بُرے میں پوچھنا وغیرہ، وہ اسلامی تعلیمات ہیں جو بہ حیثیت مسلمان ہر مسلمان کے لئے فرائض میں داخل ہیں۔

اگر ہم صرف ان اجتماعی زندگی کے احکامات ہی پر عمل درآمد شروع کردیں تو دیکھتے دیکھتے نفرت کا بھوت اور فرقہ واریات کا عفریت اپنی موت مرنے لگے گا، جو لوگ آج ہم سے گھبرا رہے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو تشدُّد وتنفُّر کے الزام سے منسوب کررہے ہیں، ہمارے اس اسلامی وانسانی طرزِ عمل سے متأثر ہوکر کہنے لگیں کہ کسی اور جگہ کا مسلمان ایسا ہو جیسا میڈیا بتا رہا ہے تو ہو گا مگر ہماری بستی کا مسلمان ہرگز ایسا نہیں، وہ تو ہمارا اچھا پڑوسی اور بہتر ساتھی ہے؛ بہرحال اسلامی تعلیمات پر عمل آوری کے لئے بھی اور موجودہ دور میں تیزی سے پھیلائی جارہی فرقہ واریت کے مقابلے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہم خود آگے بڑھ کر ثابت کردیں کہ ہم سے بڑھ کر انسانیت نواز، بلند کردار وحسین اخلاق کوئی اور نہیں ہوسکتا؛ مجھے یہی وہ واحد تدبیر معلوم ہوتی ہے جس کے ذریعے ملک میں حالات کو بدلا جاسکتا ہے، واللہ اعلم

آیئے! ہم آج ہی سے ان دونوں پیغاموں کو مسلمانوں میں عام کرنا شروع کردیں کہ اگر ہم کو ملک کے بدلتے حالات کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہونا ہے تو ہم آپسی اختلافات کو بغض ونفرت اور بُعد وکشیدگی کا سبب بننے نہیں دیں گے اور ابنائے وطن کے ساتھ بھائی چارہ ویک جہتی کی اپنی ذمہ داریوں کو پوری ذمہ داری سے ادا کریں گے۔

(بقیہ صفحہ ۶ سے) اپنے اقتدار وکرسی کا غلط استعمال کرتے ہوں یہ اسی وقت ہوگا جب مسلمان پورے اتحاد واتفاق کے ساتھ اپنی شہادت (ووٹ) کسی ایسے شخص کے حق میں استعمال کریں جو دوسروں کے مقابلے میں انفع یا کم نقصان دہ ہو۔

حق رائے دہی کی حیثیت کسی کو اقتدار واختیارات دلوانے کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہمارا حاکم ہمارے اعمال وافعال کے حساب سے من جانب اللہ طئے کیا جاتا ہے، اسی لئے اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح اور رجوع الی اللہ ہونا چاہیئے۔ اور اس دعا کا اہتمام کرنا چاہیئے، اللھم لا تسلط علینا بذنوبنا من لا یخافک فینا و لا یرحمنا (اے اللہ! ہمارے گناہوں کی وجہ سے ایسے شخص کو ہم پر مسلط نہ فرما جو ہمارے بارے میں نہ آپ سے ڈرتا ہو اور نہ ہی ہم پر رحم کرتا ہو۔)

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

ام رومان کنیت ہے، قبیلۂ کنانہ کے خاندان فراس سے تعلق رکھتی تھیں، سلسلۂ نسب اس طرح ہے، ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبد شمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع ابن وہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

نکاح: عبداللہ بن سنجرہ سے نکاح ہوا اور ان ہی کے ہمراہ مکہ آکر اقامت پذیر ہوئیں، عبداللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حلیف بن گئے تھے، اسی لئے جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود اُمِ رومان سے نکاح کرلیا۔

اسلام: کچھ زمانے کے بعد مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ انہوں نے بھی اس صدا پر لبیک کہا اور مشرف بہ اسلام ہوئیں۔

ہجرت: ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں مدینہ کو روانہ ہو گئے تھے، لیکن ان کا خاندان مکہ میں مقیم تھا، مدینہ پہنچے تو وہاں سے زید بن حارث اور ابورافع مستورات کو لانے کے لئے بھیجے گئے، ام رومان بھی ان ہی کے ہمراہ مدینہ آئیں۔

عام حالات: شعبان ۶ ہجری میں افک کا واقعہ پیش آیا، ماں ہونے کی حیثیت سے ام رومان کے لئے یہ نہایت مصیبت کا وقت تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر میکہ آئیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالا خانہ پر تھے اور ام رومان نیچے بیٹھی تھیں، پوچھا: کیسے آئیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا واقعہ بیان کیا، بولیں، بیٹی! اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں، جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے، اس کے سوتنیں حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے کچھ تسکین نہ ہوئی اور چیخ مار کر روئیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آواز سنی تو بالا خانہ سے اتر آئے اور خود بھی رونے لگے، پھر ان سے کہا کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ، اس کے ساتھ ہی ام رومان کو لے کر خود بھی روانہ ہوئے، حضرت

* رفیق تصنیف دارالدعوۃ والارشاد، یوسف گوڑہ، حیدرآباد

عائشہؓ کو چونکہ اس صدمہ سے بخار آ گیا تھا، دونوں نے ان کو گود میں لٹایا، عصر پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: ''عائشہ! اگر واقعی تم سے ایسی غلطی ہوئی ہو تو خدا سے توبہ کرو'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے والدین سے کہا کہ آپ لوگ جواب دیں! لیکن جواب ملا کہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ غرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود جواب دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی جس میں ان کی صاف طور پر براءت کی گئی، تو حضرت ام رومان بولیں کہ ''تم اٹھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں ان کی مشکور ہوں اور نہ آپ کی، میں صرف اپنے خدا کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ (بخاری: ۲/ ۹۵۹)

اسی سن کے اخیر میں مہمانوں کا واقعہ پیش آیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے ۳ صاحبوں کو اپنے گھر لائے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے تو واپسی میں دیر ہوگئی گھر آئے تو ام رومان نے کہا: مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں بیٹھ رہے؟ بولے تم نے کھانا نہیں کھایا؟ جواب ملا، کھانا بھیجا تھا، لیکن ان لوگوں نے انکار کر دیا، غرض کھانا کھلایا گیا اور اس قدر برکت ہوئی کہ نہایت افراط کے ساتھ بچ گیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا سے پوچھا: اب کتنا ہے؟ بولیں تین گنے سے زیادہ، چنانچہ سب اٹھوا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ (بخاری: ۱/ ۸۴، ۸۵)

اولاد: حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کے دو نکاح ہوئے تھے، پہلے شوہر سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس نام طفیل تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دو اولادیں ہوئیں، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

☆ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا:

خباط کی بیٹی، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی والدہ اور ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کی کنیز تھیں۔

یاسر عباسی سے نکاح ہوا جو کہ ابوحذیفہ کے حلیف تھے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ابوحذیفہ نے ان کو آزاد کر دیا۔ (اصابہ: ۸/ ۱۱۴، واستیعاب: ۲/ ۷۵۹)

ایام پیری میں مکہ سے اسلام کی صدا بلند ہوئی تو حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، یاسر رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ تینوں نے اس دعوت پر لبیک کہا، تاریخ میں ہے کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کا اسلام قبول کرنے والوں میں ساتواں نمبر تھا، کچھ دن اطمینان سے گزرے تھے کہ قریش کا ظلم وستم شروع ہوگیا اور بتدریج بڑھتا گیا، چنانچہ جو شخص جس مسلمان پر قابو پاتا طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتا تھا، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بھی خاندان مغیرہ نے شرک پر مجبور کر دیا؛ لیکن وہ اپنے عقیدے پر نہایت شدت سے قائم رہیں، جس کا صلہ یہ ملا کہ مشرکین ان کو مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کرتے تھے؛ لیکن ان کے عزم واستقلال کے سامنے یہ

آتش کدہ سرد پڑ جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادھر سے گزرتے تو یہ حالت دیکھ کر فرماتے آل یاسر! صبر کرو، اس کے عوض تمہارے لئے جنت ہے۔

شہادت: دن بھر اس مصیبت میں رہ کر شام کو نجات ملتی تھی، ایک مرتبہ شب کو گھر آئیں تو ابوجہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کیں اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اٹھ کر ایسی برچھی ماری کہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جان بحق ہوگئیں، اناللہ و إنا الیہ راجعون۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ کی اس بے کسی پر سخت رنج ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہا کہ اب حد ہوگئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبر کی تاکید فرمائی اور کہا: ''خداوند! آل یاسر کو جہنم سے بچا'' یہ واقعہ ہجرت نبوی سے قبل کا ہے، اس بناء پر حضرت سمیہؓ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا (استیعاب: ۷۶۰/۲)

غزوہ بدر میں جب ابوجہل مارا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''دیکھو تمہاری ماں کے قاتل کا خدا نے فیصلہ کردیا''۔ (اصابہ: ۱۱۴/۸، بحوالہ ابن سعد)

گوشۂ سیرت

حقوق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

از: مولانا محمد عبدالحمید قاسمی*

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا تو اس پر دو طرح کے حقوق عائد کئے، ایک حقوق اللہ دوسرے حقوق العباد، تا کہ بندہ اِن حقوق کی پاسداری کے ذریعے قرب باری تعالیٰ حاصل کرے، بندگانِ خدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات تمام مخلوقاتِ عالم پر سب سے زیادہ ہیں، خصوصاً یہ اُمت تو بے شمار و لاتعداد احسانات کی ممنون ہے کہ زندگی بھر بھی شکر گزاری کی جائے تو کسی ایک احسان کا بھی شکریہ کما حقہ ادا نہ ہو، جس کا ہر امتی کو اقرار و اعتراف ہے مگر اُمت کا دھیان اس پیغمبر اعظم محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی کی طرف شاید ہی کبھی گیا ہو، اس لئے ارادہ ہوا کہ ذیل میں کچھ حقوق کتاب وسنت کی روشنی میں ذکر کئے جائیں تا کہ ہم اس فریضہ کو کسی درجہ میں سہی ادا کرنے کی سعی کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تعلق بڑھائیں۔

پہلا حق تصدیق رسالت

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت آیات واضحہ اور معجزات ظاہرہ کے ذریعے ثابت ہوگئ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا اور ان تمام احکام کی جن کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تصدیق کرنا فرض اور لازم ہوگیا فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۸ (سورۃ التغابن) ترجمہ: اس لئے اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس نور پر جو ہم نے اُتارا ہے ایمان لے آؤ اور اللہ تمہاری ساری حرکتوں سے باخبر ہیں۔

ایمان نہ لانے پر وعید شدید: وَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَعِیْرًا ۝۱۳ (سورۃ الفتح) ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے گا تو (یاد رکھے) کہ ہم نے ایمان نہ لانے والوں کے لئے دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے نہیں سنے گا کوئی اس امت میں سے مجھ کو (میری رسالت کی خبر کو) خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی

ہواور وہ اس شریعت پر ایمان لائے بغیر مرجائے جس کے ساتھ مجھ کو مبعوث کیا گیا ہے وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔

مذکورہ آیت اور حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا فرض اور واجب ہے ایمان باللہ بھی ایمان بالرسول کے بغیر معتبر نہیں اور جس شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ ہو وہ کافر ہی ہے جس کے لئے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور شریعت محمدیہ کو چھوڑ کر دوسرا مذہب ہرگز ہرگز کافی نہیں۔

دوسرا حق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں برداری واطاعت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی طرف سے نبی اور رسول مان لینے اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کے ہر ہر جز کو برحق اور منجانب اللہ ہونے کی تصدیق کرنے کے بعد بدیہی طور پر اطاعت لازم ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ (سورۃ الانفال)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور سننے کے باوجود اس سے منھ نہ موڑلو۔

دراصل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور آپ کے ارشادات پر عمل کرنا قرآن پاک پر عمل کرنے کے مثل ہے۔

تیسرا حق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کا اتباع

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں، مبارک عادات وشمائل کی اتباع بھی امت پر ضروری ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (سورۂ آل عمران) آپ فرمادیجئے! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، تو اللہ بھی تم سے محبت رکھے گا، تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے تم میں کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت (اور احکام) کے تابع نہ ہو جائے۔ (مشکوۃ شریف ص 301)

چوتھا حق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ومحبت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہر امتی پر لازم ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے، اگر تمہارے باپ دادا، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، مال واسباب جن کو تم نے حاصل کیا ہے، (تمہاری) تجارت جس کے بیٹھ جانے کا تمہیں ڈر لگا رہتا ہے اور وہ رہائش گاہیں جنھیں تم پسند کرتے ہو، اگر تمہیں اللہ، اس کے رسول اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ جاری کردیں اور اللہ نافرمانی کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

آیت پاک میں اس بات کی صاف دلیل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کاملہ ہر امتی پر لازم ہے جو اولاد والدین، خاندان، رشتہ دار، مال ودولت، تجارت ومکانات سب کی محبت پر غالب ہو کہ اگر کسی میں محبت کاملہ نہیں بلکہ دوسری چیزوں کی محبت غالب ہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے عذاب میں مبتلا کرنے کی خبر دی ہے اور ان کو گمراہ اور فاسق بتایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کی اولاد اور اس کے والدین اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

حدیث پاک سے بھی ثبوت ایمان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل محبت کا فرض ہونا ظاہر ہے، محبت کے درجات مختلف ہوسکتے ہیں جس کی وجہ سے ایمان کے درجات بھی مختلف اور متفاوت ہوسکتے ہیں لیکن مطلوب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پوری محبت دل میں جاگزیں ہو۔

پانچواں حق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم بھی ہر امتی پر فرض ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيۡرًا ۝٨ لِّتُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتُعَزِّرُوۡهُ وَتُوَقِّرُوۡهُ ؕ وَتُسَبِّحُوۡهُ بُكۡرَةً وَّاَصِيۡلًا ۝٩ (ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مسلمانو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو، پیغمبر کی مدد کرو، ان کی تعظیم کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کیا کرو)

مذکورہ بالا آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی تعظیم وتکریم کا حکم ہے۔

چھٹا حق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوۡنَ عَلَى النَّبِىِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ۝٥٦ (سورۃ الاحزاب)

ترجمہ:- بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں، (لہٰذا) اے ایمان والو! تم بھی

پیغمبر پر درود و سلام بھیجا کرو، اس سے پہلی آیات میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کچھ خصوصیات و امتیازات کا ذکر تھا، جن کے ضمن میں ازواج مطہرات کے پردہ کا حکم آیا تھا، اور آگے بھی کچھ احکام پردے کے آئیں گے، درمیان میں اس چیز کا حکم دیا گیا ہے جس کے لئے یہ سب خصوصیات و امتیازات رکھے گئے ہیں، وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عظمت شان کا اظہار اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری کی ترغیب ہے۔ اصل مقصود آیت کا مسلمانوں کو یہ حکم دینا تھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صلوٰۃ و سلام بھیجا کریں، مگر اس کی تعبیر و بیان میں اس طرح کا انداز اختیار فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے عمل صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مومنین کو اس کا حکم دیا، جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرما دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مومنین جن پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیشمار احسانات ہیں ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود و سلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جو کام حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اس کے فرشتے بھی۔ امام بخاری نے ابوالعالیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد آپ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح و ثناء ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمایا کہ اکثر مواقع اذان و اقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر شامل کر دیا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دین کو دنیا بھر میں پھیلا دیا، اور غالب کیا، اور آپ کی شریعت پر عمل قیامت تک جاری رکھا، اس کے ساتھ آپ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا۔ اور آخرت میں آپ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ کا مقام تمام خلائق سے بلند و بالا کیا، اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کی شفاعت کی مجال نہ تھی اس حال میں آپ کو مقام شفاعت عطا فرمایا، جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔ (معارف القرآن سورۃ الاحزاب آیت 56)

الغرض مسلمان کی شان اور کمال یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ محبت، اطاعت، تعظیم و تکریم بھی دل سے بجالائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کے ہر فرد کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق ادا کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اصلاحی مضامین

عظمت کے آسماں ہیں صحابہؓ رسول کے

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

آغاز اسلام ہی سے امت کے درمیان ایک طبقہ ایسا رہا ہے جو اختلاف کو عام کرنے،نفرتوں کو پھیلانے اور شورشوں کو ہوا دینے میں یہود بے بہود کے قدم بہ قدم، منافقین کی روش پر اپنی سازشی کارروائیوں میں مصروف ومشغول ہے۔"بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا" کے عین مصداق اس ذہنیت کے حامل لوگ اکثر اپنی اوقات بھول جاتے ہیں اور ان بلند پایہ ہستیوں کے خلاف زبان طعن دراز کرنے لگتے ہیں؛ جن پر تنقید ماہتابِ نیم شب پر تھوکنے کے مترادف ہے، دورانِ طعن انہیں یہ تک سوچنے کا موقع نہیں ملتا کہ ہم جن کی شان میں دریدہ دہنی کررہے ہیں عنداللہ ان کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تعلق سے امت کو کیا ہدایت فرمائی ہے؟ خود دین کی بنیادوں کو استوار رکھنے میں ان کا کیا کچھ اساسی کردار رہا ہے؟ جو کتابِ ہدایت کے اولین مخاطبین،علوم رسالت کے طالبین صادقین، دین حنیف کے جاں باز محافظین اور ساری امت کے لیے رہنمائے کاملین ہیں؛ جنہیں امت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے۔

حال ہی میں سوشل میڈیا کے ذریعہ ایک ویڈیو وائرل ہوتی نظر آئی؛ جس میں ایک مخصوص فرقے سے تعلق رکھنے والے نام نہاد پیشوا، اپنی مجلس خاص میں حوارین کے درمیان بیٹھ کر نام بہ نام صحابۂ کرام کو ہدف ملامت بنارہے تھے،ان پر طعن وتشنیع کررہے تھے بالخصوص خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، اماں جان سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور کاتب وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر مستقل لعنت بھیج رہے تھے۔(اللہ کی پناہ نہ ان کے الفاظ یہاں بعینہ نقل کیے جاسکتے ہیں اور نہ ہی ان کو ذکر کرنا مقصود ہے)بات صرف اتنی ہے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرنے والے ان افراد کے خلاف فرد جرم عائد ہونا چاہیے،انہیں کیفر کردار تک پہونچانا چاہیے اور سخت سے سخت سزا دے کر دوسروں کے لیے عبرت و موعظت کا سامان بنانا چاہیے۔ جوں ہی سوشل میڈیا پر یہ ویڈیو نشر ہوئی، مسلمانوں میں اضطراب و بے چینی کا ماحول بن گیا،مختلف علاقوں میں اس گستاخ صحابہؓ کے خلاف کیس درج کروایا گیا،قانونی دائرہ میں احتجاج بھی

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

کیا گیا اور علماء امت نے اپنے بیانات کے ذریعہ اس کی سخت مذمت بھی فرمائی۔

سر دست موجودہ حالات کے تناظر میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعلق سے اہل سنت والجماعت کا متفقہ موقف پیش کرنا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے؛ اس لیے ذیل میں اس حوالے سے کچھ ضروری باتیں درج کی جارہی ہیں، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ ان کا بہ غور مطالعہ کریں اور قلب و دماغ میں صحابہؓ کی عظمت، ان کی حجیت، ان کی رفعت، ان کا مقام ومرتبہ اچھی طرح راسخ کرلیں!

عقیدۂ اہل سنت:

حضراتِ صحابہ کرامؓ سے محبت وعقیدت اہل سنت والجماعت کے نزدیک اصول ایمان میں سے ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانوں میں جس جماعت کو اللہ رب العزت کے یہاں سب سے زیادہ قرب حاصل ہے، وہ آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کی مقدس و بابرکت جماعت ہے؛ جس جماعت کا ہر ہر فرد صلاح وتقویٰ اخلاص وللّٰہیت اور زہد واطاعت سے آراستہ ومزین ہے، جنہیں اللہ تعالی نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاونت ونصرت اور دین کی دعوت واشاعت کے لیے منتخب فرمایا اور ان ہی کے طفیل دینِ اسلام بھرپور حفاظت وصیانت کے ساتھ بلاتحریف وترمیم اگلی نسلوں تک پہونچا۔ اگر یہ منتخب گروہ نہ ہوتا تو اسلامی شریعت بھی یہودیت ومسیحیت کی طرح تحریف کا شکار ہوجاتی؛ اسی لیے نبی علیہ السلام نے ان سے محبت کو اپنی ذات اقدس سے محبت کا معیار قرار دیا اور یوں فرمایا: خدارا! میرے صحابہؓ کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہو، ان کو میری وفات کے بعد ہرگز ہدفِ تنقید مت بناؤ! جو کوئی ان سے محبت کرے گا تو وہ مجھ سے محبت کی دلیل ہوگی اور جو کوئی ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض کی بنیاد پر (ان سے بغض) رکھے گا۔ (ترمذی) اسی طرح حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ستارے آسمان کے لیے باعثِ امن ہیں، جب وہ غائب ہوجائیں، تو آسمان پر وہ مصیبت آجائے گی، جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے اور میں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے امن کا باعث ہوں، جب میں چلا جاؤں گا؛ تو ان کو وہ مصیبت پیش آئے گی، جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری امت کے لیے باعث امن ہیں، جب وہ چلے جائیں گے تو امت پر وہ مصائب پیش آئیں گے، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم)

ان سب فضیلتوں کے علی الرغم اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی صالحیت وراست گوئی، دیانت وامانت داری کے حوالے سے شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے تو دراصل وہ قرآن وسنت کی حقانیت پر طعن کرتا ہے اور ان ماٰخذ ومنابع کو مشکوک بنانے کی کوشش کرتا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔

حضرت مصعب بن سعدؒ نے سچ ہی فرمایا کہ امت کے تمام مسلمان تین درجوں میں منقسم ہیں، جن میں سے دو درجے تو گزر چکے یعنی مہاجرین وانصار، اب صرف ایک درجہ باقی رہ گیا، یعنی وہ جو صحابہ کرام سے محبت رکھے، ان کی عظمت پہچانے، اب اگر تمہیں امت میں کوئی جگہ حاصل کرنی ہے تو اسی تیسرے درجہ میں داخل ہو جاؤ۔

صحابہؓ معیار حق ہیں!

صحابہ رضی اللہ عنہم کے مستند و معیار حق ہونے پر اس سے بڑی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اللہ پاک نے انہیں دنیا ہی میں اپنی رضا کا پروانہ عطا فرما دیا اور جنت و مغفرت کی بشارت سنا دی، چند آیتوں کے ترجمے ملاحظہ فرمائیں!

ارشاد ربانی ہے: بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبۂ صدق ووفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتحِ خیبر کا انعام عطا کیا۔ (سورۃ الفتح: ۱۸)

ایک اور موقع پر فرمایا: لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں ، اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے...... (سورۃ التوبہ: ۸۸، ۸۹)

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (راہِ خدا میں گھر بار اور وطن قربان کر دینے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ (سورۃ الانفال: ۷۴)

نیز سورۃ النساء کی آیت 110 کا مطالعہ کیجئے! اللہ پاک فرماتے ہیں: اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ" غیر سبیل المؤمنین" سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت مراد ہے ۔اس آیت کی روشنی میں وہ لوگ اندازہ لگائیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت ان کے وقار، ان کی دین متین سے وابستگی اور تعلق کو کالعدم قرار دیتے ہیں، دین کے راستے میں ان کی کاوشوں اور محنتوں کے منکر ہیں، ان کی زندگی میں انہیں مکمل معیار نظر نہیں آتا، ان کا اعتراف حلق سے نیچے نہیں اترتا، وہ خود اپنا انجام سوچ سکتے ہیں؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و محبت، ان کے طریقے سے اعراض وروگردانی، ضلالت و گمراہی کا پیش خیمہ ہے اور اس

کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اگر وہ اپنے دل میں ان کی طرف سے کینہ رکھتا ہے تو وہ دراصل شیطان کا پیرو ہے؛ کیونکہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں اور امت محمدیہ کے بہترین طبقہ کے خلاف اپنے دل میں دشمنی رکھتا ہے۔ اگر وہ مرنے سے پہلے اپنی اس روش سے توبہ نہیں کرتا تو حقیقت یہ ہے کہ اس کا خاتمہ بالخیر نہیں ہے؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلام کی ایسی بیش قیمت اور زریں زنجیریں ہیں کہ اگر اس کے ایک حلقہ (کڑی) کو بھی جدا کر دیا جائے تو ہمارا سارا دین غیر مستند قرار پائے گا، ہمارا علمی تفوق و بالادستی اور اسلامی تہذیب وتمدن کا سارا ذخیرہ ملیا میٹ ہو کر رہ جائے گا۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا ایک چشم کشا اقتباس ذکر کرنا مناسب ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے:

" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایمان کی کھیتی، نبوت کی فصل، دعوت اسلامی کا ثمر اور رسالت محمدیہ کا عظیم الشان کارنامہ ہیں، ان کی سیرت واخلاق میں جو حسن نظر آتا ہے وہ نبوت محمدی کی جلوہ سامانیوں کا پرتو ہے، ان سے زیادہ عظیم الشان اور تابناک تاریخ کسی دوسرے طبقہ کی ملنی مشکل ہے۔"

گستاخِ صحابہؓ موجبِ لعنت ہے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی موجب لعنت جرم ہے، جیسا کہ ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کرلیا اور میرے لیے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چن لیا، پھر ان میں میرے وزیر ومددگار اور سسر بنائے، پس جو ان کو برا بھلا کہے، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔'' (مستدرک حاکم)

ایک اور موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کے سلسلے میں بُرا بھلا کہنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب بھی میرے صحابہ کے بارے میں بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، جب بھی ستاروں سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو، اور جب بھی تقدیر سے متعلق بات ہو رہی ہو تو خاموش رہو!۔ (صحیح الجامع)

مزید فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے ہیں اور انہیں ہدف تنقید بناتے ہیں تو ان سے کہو! تم میں سے جو برا ہے اس پر اللہ کی لعنت۔ (ترمذی) اس لیے علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرتا یا ان پر سب وشتم کرتا ہے وہ دین سے خارج اور ملتِ اسلام سے الگ ہے؛ کیوں کہ ان پر طعن کرنا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے حق میں برائیوں کا اعتقاد ہو اور دل میں ان سے بغض پوشیدہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی جو تعریف کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی جو فضیلت و بڑائی بیان کی ہے، اس سے انکار ہو، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم چوں کہ دین کے پہنچانے والے اور اس

کا بہترین ذریعہ ووسیلہ ہیں؛ اس لیے ان پر طعن کرنا گویا اصل (دین) پر طعن کرنا ہے اور ناقل ومنقول کی توہین کرنا ہے۔'' (الکبائر)

نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واضح اور آشکار مسائل میں سے ایک صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کی تمام خوبیوں کو بیان کرنا، ان کی غلطیوں اور آپس کے اختلافات کو بیان کرنے سے گزیر کرنا ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی کرے، برا بھلا کہے اور طعنہ زنی کرے یا کسی صحابی کی عیب جوئی کرے تو وہ شخص بدعتی، ناپاک، رافضی اور اہل سنت کا مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) نہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا نہ کوئی فدیہ و کفارہ اس کی جان چھڑا سکے گا۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت سنت اور ضروری ہے، ان کے لیے نیک دعا کرنا قرب الٰہی کا باعث ہے۔ ان کی پیروی باعث نجات ہے اور ان کی راہ پر چلنا فضیلت شمار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے اچھے لوگ تھے، کسی انسان کے لیے مناسب نہیں کہ انہیں گالیاں دے یا عیب جوئی کرکے ان کی شان میں گستاخی کرے اور انہیں گندی زبان سے یاد کرے۔ (کتاب السنۃ)

خلاصۂ کلام:

آج ملت کا شیرازہ مختلف جماعتوں، فرقوں اور گروہوں میں تقسیم ہو کر ملتِ واحدہ کی شناخت کھو چکا ہے، ہر جماعت خود کو برحق، ہر فرقہ خود کو صحیح اور ہر گروہ خود کو جنتی باور کروا رہا ہے، ایسے میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسے جنتی قرار دیتے ہیں؟ اور کس کی پیروی پر جہنم سے نجات کا پروانہ عطا فرماتے ہیں؟

چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میری امت 73 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، سوائے ایک جماعت کے سب دوزخ میں جائیں گے، عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کونسا گروہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ جماعت ہوگی جو اس راستے پر چلے گی جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔'' (ترمذی) اس حدیث میں یہ اشارہ بھی ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طریق صحابہ رضی اللہ عنہم بھی قیامت تک محفوظ رہے گا؛ کیونکہ جو چیز محفوظ نہ ہو وہ قیامت تک نجات پانے والے گروہ کی نشانی کیسے بن سکتی ہے؟ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد آنے والے اسلاف کی پیروی کی تلقین فرمائی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے انتشار سے بچاتے ہوئے اپنے راستے پر چلنے، رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

اصلاحی مضامین

گمراہ و خارجِ اسلام فرقے کلمہ پڑھنے کے باوجود مسلمان کیوں نہیں؟

بہ قلم: مولانا محمد انصار اللہ قاسمی*

اس وقت اسلام کے نام پر اور مسلمانوں کے بھیس میں مسلمانوں کو دولتِ ایمان سے محروم کرنے کے لئے بہت سے گمراہ، بے دین اور خارجِ اسلام فرقے سرگرم ہیں، جیسے خود کو ''احمدیہ مسلم جماعت'' کہنے والا قادیانی فرقہ، صدیق دیندار چن بسویشور کو اپنا رہنما اور پیشوا ماننے والی خود ساختہ دیندار انجمن، مہدی اور مسیح ہونے کے جھوٹے دعویدار شکیل بن حنیف کو ماننے والے، نام نہاد جماعت المسلمین اور منکرین حدیث وغیرہ، یہ لوگ عام طور پر کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اور دین کے دوسرے اعمال وعبادات بھی بجالاتے ہیں، اس کی وجہ سے عام اور سیدھے سادے مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ کلمہ پڑھنے کے باوجود مسلمان کیوں نہیں؟؟ پھر ان میں جو کچھ زیادہ ہی روشن خیال اور دانشور قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ ''بھائی چارگی اور رواداری'' کے جوش میں اس کو ''مذہبی تشدد'' اور ''مولویانہ تعصب'' کہنے سے بھی نہیں چوکتے...... بہر حال اس سلسلہ میں چند باتیں سوچنے، سمجھنے اور ذہن نشین رکھنے کی ہیں:

۱) دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی امتیازی خصوصیت:

خارجِ اسلام گمراہ فرقوں کے معاملہ کو سطحی اور سرسری انداز میں دیکھنے کے بجائے پوری گہرائی اور باریک بینی کے ساتھ دنیا کے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی امتیازی خصوصیت کو سمجھنا ہوگا، اسلام حقیقت پر مبنی چند بنیادی سچائیوں کو ماننے کا نام ہے، اگر کوئی شخص زبان سے ان سچائیوں کا اقرار کرتے ہوئے دل سے ان کی تصدیق کرتا ہے اور پھر مرتے دم تک اپنے اس اقرار وتصدیق پر قائم رہتا ہے تو بلاشک وشبہ وہ مسلمان ہے، اسلام سے اُس کی وابستگی محض روایتی ورسمی نہیں بلکہ اٹل حقیقت پر مبنی ہے، یہ ایسی کوئی قومی، علاقائی، خاندانی اور برادری کی نسبت نہیں ہے کہ وہ ''فیوی کوئک Fevi Quick'' کی طرح ہمیشہ انسان کے ساتھ لگی اور چپکی ہوئی رہی، بہت پہلے ملک کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کہا تھا:

* آرگنائزر مجلس تحفظ ختم نبوت تلنگانہ وآندھرا

’’ہندو مذہب بھی عجیب ہے، اس سے کسی طرح پیچھا نہیں چھوٹ سکتا میں خدا کو نہ مانوں تب بھی ہندو ہوں اور خدا کو مانوں تب بھی ہندو ہوں‘‘۔

اس کے برخلاف اسلام کی حقیقت اور حیثیت بالکل الگ اور جداگانہ ہے، یہ بچوں کے کھلونوں کی طرح نہیں ہے کہ جیسے بچے کھیل کے دوران اپنے کھلونوں کی توڑ پھوڑ کرتے ہیں اسی طرح گمراہ و بے دین لوگ اسلام کے بنیادی عقائد و نظریات سے کھلواڑ کرتے ہوئے اُس کو کھیل تماشہ بنالیں، قرآن مجید میں ایمان والوں کو خاص طور پر حکم دیا گیا: ’’اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین کو کھیل مذاق مت بناؤ‘‘۔ (المائدہ:۵۷)

ایک جگہ فرمایا گیا ’’وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ‘‘ان لوگوں نے کلمۂ کفر کہا اور اسلام لانے کے بعد کفر کیا، (سورۃ التوبۃ:۷۴)، ایک جگہ فرمایا گیا: ’’اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ‘‘(ال عمران:۹۰) جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر ان کا کفر بہت زیادہ بڑھ گیا تو ایسے لوگوں کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی، پس معلوم ہوا کہ کسی کلمہ پڑھنے والے شخص کے لئے ایمان واسلام کی نسبت دائمی نہیں ہے، کفریہ باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے یہ نسبت از خود ختم ہوجاتی ہے پھر لاکھ کلمہ پڑھے تب بھی کوئی فائدہ نہیں، جیسا کہ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب اور اُس کے ماننے والے اگرچہ اذان میں ’’اشہدان لا الہ الاّ اللّٰہ واشہدان محمد رسول اللّٰہ‘‘ پڑھتے تھے لیکن اس کے باوجود صحابہ کرامؓ نے اُس کو خارجِ اسلام اور اسلام کا باغی سمجھتے ہوئے اُس سے جنگ کی، اُس کا کلمہ پڑھنا اُس کو قتل ہونے سے نہیں بچاسکا۔

۲) کیا کلمہ پڑھنے والا ہر شخص لازماً مسلمان ہی ہوگا؟؟

یہ صحیح ہے کہ ہر مسلمان کلمہ طیبہ پڑھتا ہے، لیکن کلمہ طیبہ پڑھنے والے ہر شخص کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، جیسے عام طور پر ہر انسان سبزی گوشت کھاتا ہے، لیکن سبزی گوشت کھانے والے ہر حیوان کا انسان ہونا ضروری نہیں، بہت سے جانور بھی سبزی گوشت کھاتے ہیں، دوسرے یہ کہ یہ بات بالکل سو فیصد درست اور صحیح ہے کہ اسلام میں داخل ہونے اور مسلمان کہلانے کے لئے کلمہ طیبہ کا اقرار کرنا اور اسلام کی تمام بنیادی تعلیمات کو تسلیم کرنا نہایت ضروری ہے لیکن اسلام سے خارج ہونے اور مرتد بننے کے لئے (نعوذ باللہ) کلمہ طیبہ کا اور اسلام کے تمام بنیادی عقائد کا انکار کرنا ضروری نہیں، جیسے قبول اسلام کے بعد ایک مسلمان کو اسلام سے وابستہ رہنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے اقرار کے ساتھ گذشتہ تمام انبیاء کرام کی نبوت پر بھی ایمان رکھنا ضروری ہے، اگر ان میں سے وہ کسی ایک نبی کا بھی انکار کرتا ہے، یا اُن کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرتا

ہے تو ـــــ باوجود یہ کہ وہ کلمہ پڑھتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مانتا ہے، قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتا ہے وغیرہ ـــــ صرف اس ایک نبی کے انکار کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور مرتد کہلائے گا، یا کہ قرآن مجید کی تمام آیات پر ایمان رکھتے ہوئے کسی ایک چھوٹی سی آیت کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ یہ آیت خدا کا کلام نہیں ہے، بلکہ بعد میں بڑھادی گئی ہے، ایسا شخص بھی کافر ہو جائے گا۔

۳) کلمہ پڑھنے پڑھتے رہنے کے باوجود ایک مسلمان کب کافر ہوگا؟

دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جس کو ہم اور آپ نے کبھی دیکھا نہیں، لیکن ان کا موجود ہونا ہم کو ایسے قطعی اور یقینی طریقہ پر معلوم ہے کہ ہم ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، جیسے ایک شخص کبھی امریکہ گیا نہیں، لیکن اُس کو یقینی طور پر معلوم ہے کہ دنیا میں ''امریکہ'' نام کا ایک ملک موجود ہے، ایسی ہی مثال اسلام کے بنیادی عقائد اور تعلیمات کی ہے، ان بنیادی عقائد کا ثبوت تواتر کے ساتھ قطعی اور یقینی طریقہ پر مسلمانوں میں اتنا زیادہ مشہور و معروف ہے کہ ان میں ذرہ برابر شک وشبہ کی گنجائش نہیں، جیسے کعبۃ اللہ مسلمانوں کا قبلہ ہے، ایک مسلمان جس نے زندگی میں کبھی کعبۃ اللہ کا دیدار نہیں کیا لیکن اُس کو کعبۃ اللہ کے موجود ہونے اور اُس کے قبلہ ہونے پر اتنا پختہ یقین ہے کہ وہ نماز پڑھنے کے لئے کعبۃ اللہ ہی کی طرف رُخ کرتا ہے، اسی طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اسلام کے ارکان ہیں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں، قیامت کے قریب آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا حق ہے وغیرہ، تمام بنیادی باتیں قطعی اور یقینی طریقہ پر ثابت ہیں اور مسلمانوں کو اس کے ثبوت میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں۔

دین وشریعت کے ماہرین کے نزدیک ایسی باتوں کو ''ضروریاتِ دین'' کہتے ہیں، اب کوئی فرد یا گروہ ان ''ضروریاتِ دین'' میں سے کسی ایک بات کا انکار کرتا ہے یا ان میں تاویل کرتے ہوئے ان کے معنی ومفہوم کو بگاڑتا ہے تو ایسا فرد اور گروہ کلمہ کی گردان کرتے رہنے کے باوجود دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور وہ مسلمان باقی نہیں رہے گا، پس کلمہ پڑھنے کے باوجود قادیانیوں، دیندار انجمن والوں، شکیل بن حنیف کے پیروکاروں، حدیث کا انکار کرنے والوں کے کافر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر ثابت شدہ دینِ اسلام کی ان ضروری وبنیادی باتوں میں سے کسی ایک بات کا انکار کرتے ہیں، یا تاویل کرتے ہیں مثلاً قادیانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے معنی ''آخری نبی'' کے نہیں بلکہ ''افضل نبی'' کے ہیں، شکیل بن حنیف کو مہدی اور مسیح ماننے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا مطلب آسمان سے نازل ہونا نہیں بلکہ پیدا ہونے کے ہیں، دیندار انجمن کا پیشوا

صدیق دیندار چند بسویشور مقام نبوت اور مقام مسلم کے حوالہ سے عجیب وغریب گمراہ کن فلسفہ بیان کرتا ہے اور نبوت جیسے عظیم منصب کی بدترین توہین کرتا ہے، اس کے علاوہ منکرین حدیث ارکانِ اسلام نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا مطلب ہی الگ بیان کرتے ہیں۔

۴) کلمہ پڑھنے کا مطلب کیا صرف زبانی اقرار ہے؟؟

عام طور پر جب کسی معاملہ اور مسئلہ میں لکھائی پڑھائی کے موقع پر ''اقرار نامہ'' یا ''حلف نامہ'' کو قبول و تسلیم کرنے اور اُس پر دستخط کرنے کی بات ہوتی ہے تو اقرار نامہ اور حلف نامہ کی تحریر کو زبان سے دُہرالینا کافی نہیں ہوتا بلکہ اُس تحریر کو اُسی معنی و مفہوم کے ساتھ تسلیم کرنا بھی ضروری ہے، جو معاملہ طے پاتے وقت بتایا گیا اور سمجھایا گیا ہو، اگر وہ شخص زبان سے ادا کئے گئے الفاظ کا کچھ اور ہی معنی و مطلب بتانے اور سمجھانے لگے تو اقرار نامہ اور حلف نامہ کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہے گی۔

کلمہ طیّبہ بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اکیلا و یکتا تسلیم کرنے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نبی و رسول ماننے کا ایک ''اقرار نامہ'' ہے، اسلام میں اس اقرار نامہ کا معنی و مطلب بالکل واضح اور متعین ہے، کلمہ پڑھنے والا ایک گمراہ و بے دین شخص کہتا ہے کہ میں کلمہ میں موجود لفظ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہوں لیکن اس سے میری مراد فلاں ذات ہے جس میں اللہ تعالیٰ حلول کر گیا (نعوذ باللہ) اسی طرح قادیانی فرقہ کا ماننا ہے کہ وہ کلمہ میں موجود محمد رسول اللہ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس سے مراد ''مرزا غلام قادیانی'' ہے جس کو بعثتِ ثانیہ کے طور پر محمد رسول اللہ کی شکل میں دوسری مرتبہ دنیا میں رسول بنا کر بھیجا گیا (استغفر اللہ، لا حول و لا قوۃ الّا باللہ) پس غور کیا جائے جب کلمہ میں اس حد تک تحریف کر دی جائے کہ اُس کی حقیقت اور روح ہی ختم ہو جائے تو کیا صرف زبانی کلمہ پڑھ لینے کا اعتبار کر لیا جائے گا اور اُس کو مسلمان مان لیا جائے گا؟؟ جب دنیا کے کسی معمولی معاہدہ کی پابندی میں اس کا اعتبار نہیں ہوتا تو اسلام جیسے عظیم مذہب سے وابستگی کے لئے یہ کیوں کر قابل قبول ہو گا؟؟

۵) کافر کو کافر نہ کہنے کا مطلب!

جو لوگ قادیانیوں، دیندار انجمن والوں اور شکیل بن حنیف کے ماننے والوں کو محض کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ''مسلمان'' سمجھنے پر اصرار کرتے ہیں، وہ مختلف باتیں کہتے ہیں، ایک یہ کہ اسلام میں کافر کو کافر کہنے سے منع کیا گیا، دوسرے یہ کہ اگر کسی میں ننانوے باتیں کفریہ ہوں اور ایک بات بھی اُس کے اندر اسلام کی موجود ہو تو اُن ننانوے باتوں کی تاویل کرتے ہوئے محض ایک بات کی وجہ سے اُس کو مسلمان مانا جائے گا، تیسرے یہ کہ

حدیث میں ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کو کافر کہتا ہے اگر وہ غلط ہے تو یہ کہنا خود اُس کے لئے ہوگا۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہیں، اس لئے کہ کسی کے کفر و ایمان کا فیصلہ بہت ہی سنگین اور نازک ترین ہے، ان باتوں کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو کافر کہنے میں حد درجہ احتیاط کی جائے، لیکن ان باتوں کا ہرگز یہ منشاء نہیں ہے کہ کھلے اور واضح طور پر کفریہ خیالات اور عقائد رکھنے والوں کو بھی کافر کہنے سے گریز کیا جائے، پھر یہ کہ کافر کو کافر کہنے سے منع کیا گیا مگر جن کو کافر کہا جا رہا ہے وہ تو اپنے آپ کو کافر نہیں کہتے، وہ تو خود کو سچے پکے حقیقی مسلمان باور کرواتے ہیں اگر وہ اپنے کافر ہونے کا اعلان کر دیتے تو انھیں کافر کہنے کی نوبت ہی کیوں آتی، رہی بات ننانوے باتوں کی تاویل کی، یہ اُسی وقت ہے جب وہ بات تاویل کے قابل ہو، لیکن کلمہ پڑھنے والے جن گمراہ اور خارج اسلام فرقوں کے کافر ہونے کا فیصلہ ہے وہاں تو واضح اور علانیہ کفریہ باتیں ہے، ان لوگوں نے تاویل کی کوئی گنجائش ہی نہیں رکھی۔

بہرحال اس سلسلہ میں انصاف وسچائی کی فیصلہ کن بات یہ ہے کہ نہ بلا وجہ غیر ضروری طور پر کسی کو اسلام سے خارج کیا جائے اور نہ کسی کو زبردستی خواہ مخواہ مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

14 نومبر یومِ اطفال کے موقع پر خصوصی پیش کش

کاوش: مفتی اکرام الحسن مبشرؔ قاسمی *

حبیبِ کبریا جب بھی کسی رستے سے جاتے تھے		جمع ہو جاتے بچے سب، خوشی سے مسکراتے تھے
پیمبر گود میں لیتے کسی معصوم بچے کو		اُسے پھر چومتے تھے خود، گلے سے بھی لگاتے تھے
نمازیں مختصر کرتے تھے بچوں کی رعایت میں		کبھی بن باپ کے بچے کو بیٹا بھی بناتے تھے
کبھی تو چھوڑ کر خطبہ اتر آتے تھے منبر سے		کہ بچوں سے رکھو الفت نبی یہ بھی بتاتے تھے
جو گھر آتے تو گھٹنوں کے سہارے بیٹھ کر اپنے		سواری کی طرح دونوں نواسوں کو اٹھاتے تھے
بھلا کیا کوئی آقا کی طرح چاہے گا بچوں کو		سلیقہ ان سے چاہت کا پیمبر خود سکھاتے تھے
بتاؤ اپنے بچوں کو پیمبر کے یہ سب قصّے		ہمیں اپنے بڑے اکرام یہ قصے سناتے تھے

* استاذ شعبۂ معہد الاشرف ادارہ ہذا، اکبر باغ

اصلاحی مضامین

دفعہ نمبر 497 کو ختم کرنے کے خطرناک نتائج ہوش رُبا مستقبل اور اسلامی تعلیمات

مولانا محمد ریاض قاسمی منچریال

یا رب مجھے محفوظ رکھ اس بت کے ستم سے
میں اس کی عنایت کا طلب گار نہیں ہوں

حال ہی میں سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے جسٹس دیپک مشرا کی صدارت میں جو فیصلہ سنایا ہے وہ کچھ اس طرح ہے: بیوی شوہر کے تابع نہیں ہے اور نہ ہی شوہر پر بیوی کا کوئی حق ہے، اگر کوئی شوہر غیر عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرے تو بیوی کو روکنے کا کوئی حق نہیں بلکہ ایسی صورت میں شوہر بیوی پر کیس بھی کر سکتا ہے اسی طرح بیوی اگر کسی غیر مرد کے ساتھ جنسی تعلقات قائم رکھے تو شوہر اس کو روک نہیں سکتا ہے بلکہ باز پرسی پر بیوی اس کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج سکتی ہے۔ یہ تھا ''نئے قانون'' کا خلاصہ۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی
خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ

اب ہم ذرا اس معاشرے کی طرف بھی نظر ڈالتے چلیں جس معاشرے سے اس دفعہ کو ہٹایا گیا ہے یہ معاشرہ اگرچہ اخلاقی اعتبار سے کتنا ہی گرا ہوا کیوں نہ ہو مگر شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے پر مکمل یقین اور اعتماد ہوتا ہے، ہر ایک کو دوسرے کی ضروریات کا بے حد خیال رہتا ہے، مگر اب حرام کاری کو سندِ جواز فراہم کرنے کے بعد اس معاشرے پر اس کا کیا اثر پڑے گا اس کو دیکھئے

یہ بات کہتے ہوئے ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی کہ اس قانون سے ان بدمعاش اور درندہ صفت حیوانوں کی خوشی میں اضافہ ہی ہوا ہوگا جو یہ کام در پردہ کرتے ہیں، لیکن ان عصمت پسند خواتین وحضرات کے لئے یہ قانون کسی قیامت صغریٰ سے ہرگز کم نہیں ہے، کیوں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کسی کو بھی اس طرح ملوث دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں چہ جائے کہ یہ کام اُنہیں کے خاندان میں، اُنہیں کے گھر میں خود ان کے سامنے ہو، اس طرح

ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ اور ایسے لوگوں کی تعداد ہندوستان میں بہت بڑی ہے، اب وہ ان کو قانونی طور سے نہیں روک سکیں گے تو وہ خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر ان کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کریں گے، اگر خدانہ خواستہ یہ صورتحال ان کے قریبی لوگوں میں ہوگی تو وہ عزت وشہرت کے خاطر ہر دو کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے، اور اگر یہ حرکت شوہر یا بیوی میں سے کسی نے کی ہے تو ہر دو کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں گے، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک یا کسی ایک کا خاندان بڑا اور زور آور ہوگا تو دوسرے کو موت کے دہانے پر پہنچا کر ہی دم لے گا، یا کم از کم یہ ہوگا کہ جو کمزور ہوگا وہ خودکشی کر کے اپنے آپ کو اس گندے قانون والی تہذیب سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لے گا۔

یہ تو تھیں وہ خرابیاں جو حرام کاری کو سندِ جواز دینے پر معاشرے پر اثر انداز ہوں گی، اگر ہم ذرا اس کی قانونی حیثیت پر بھی نگاہ ڈالیں تو وہ بھی بے جھول نظر نہیں آئے گا مثلاً یہ کہ حکومت مغربی مما لک سے صرف انہیں قوانین کو کیوں اخذ کر رہی ہے جن سے معاشرے کی روح نکل رہی ہے، ان قوانین کو کیوں نہیں لے رہی ہے جس میں قوم وملت اور سماج کا فائدہ ہے جیسے مغربی مما لک میں تعلیم کا انتظام ہے یا معمر حضرات کے لئے وظیفہ، یا گرین کارڈ والوں کے لئے مختلف سہولیات کی فراہمی وغیرہ وغیرہ، ان کو یہاں کیوں نہیں لایا جاتا؟

اس سلسلہ میں سیاسی مبصرین کے مطابق ایسا لگتا ہے جیسے حکومت اپنی عدالتوں کو کیسوں سے فُل رکھنا چاہتی ہے کیونکہ اس نئے قانون سے کیسوں میں ہزار گنا اضافہ ہوگا جس سے حکومت کو مالی منفعت حاصل ہوگی۔

ان قانون بدلنے والوں کے ذہن میں یہ رہنا چاہئے تھا کہ معاشرہ میں عورت مرد کی تابعدار تھی نہ کہ ملکیت مگر آج عورت کو مصنوعی آزادی دلانے کے نام پر شہوانی غلام بنایا جارہا ہے، اگرچہ ہندوستان میں لوگوں کے مذاہب مختلف ہیں مگر تہذیب پاک اور صاف ہے، کسی کے نزدیک بھی یہ قانون ہرگز قابلِ برداشت نہیں ہے، ابھی بھی وقت ہے کہ حکومت اس پر نظر ثانی کرے اور اس کی ترمیم وتجدید کرے۔

اب ہم ذرا مذہب اسلام ـــــ جس نے ہر موڑ پر انسانیت کی رہنمائی کی ہے ـــــ سے اس سلسلے میں پوچھتے ہیں کہ اس فیصلے سے معاشرہ تباہی کے دہانے پر پہونچتا ہے یا قعرِ مذلت سے نکل کر عزت کے بام عروج پر پہونچتا ہے؟ تو ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (سورۃ الاحزاب: ۵۹)

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے چہروں پر نقاب ڈالا

کریں، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں پھر نہ ستائی جائیں، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

اس آیت کے نزول کا مقصد ہی یہ ہے کہ جو اسبابِ بے حیائی ہیں ان کو کلی طور پر ختم کر دیا جائے اور عورت کو ہوس پرستوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جائے، خوبصورت الفاظ، دلنشیں اندازِ مسکراہٹ، نشیلی آنکھیں، دیدہ زیب جسم وجلد کا رنگ، بال بنانے کا نرالا انداز، چشم وابرو کی اشارہ بازی، جسم وجان کی کنایہ سازی، چست اور فٹ لباس، بھڑک دار خوشبو اور پُر تکلف اندازِ تکلم وغیرہ وغیرہ، یہی وہ چیزیں ہیں جو پیار ومحبت، دلچسپی اور لگاؤ کے آغاز کا باعث بنتے ہیں، اسلام نے مکمل پردے کا حکم نازل فرما کر ان ساری چیزوں کو جڑ سے ہی ختم کر دیا، یہ اسلام کی عورتوں کے ساتھ ناانصافی نہیں ہے بلکہ یہ پردہ تو عورت کی حفاظت کا ضامن ہوتا ہے، گندی اور شہوانی نظروں سے حفاظت کا ذریعہ ہے، یہی تو وجہ ہے کہ موجودہ زمانے میں غیر مسلم عورتیں بھی بازاروں میں نکلنے سے پہلے کم از کم چہرہ کو ڈھانپ لیتی ہیں مگر کچھ لوگ ایسے ہیں کہ عورتوں کو نسوانی آزادی کے نام پر شہوانی غلام بنانے کی مسلسل کوشش وجد وجہد میں لگے ہوئے ہیں۔

اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی احادیث مبارکہ میں حیا اور پاک دامنی کا حکم فرمایا: الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار۔ (ترمذی: ۱۹۲۸) حیا ایمان میں سے ہے اور ایمان (اہل ایمان کے) جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔ اور بے حیائی بدی میں سے ہے اور بدی (برائی کرنے والوں کو) جہنم میں لے جانے والی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ: ما کان الفحش فی شیئی الا شانہ وما کان الحیاء فی شیئی الا زانہ۔ (ترمذی: ۱۸۹۳) جب کسی میں بے حیائی ہوتی ہے تو اسے عیب دار بنائے گی۔ اور حیا جب بھی کسی میں ہوگی تو اسے مزین اور خوبصورت کرے گی۔ ایک اور اہم ترین ارشاد ہے کہ: الحیاء شعبۃ من الایمان۔ حیا ایمان کا (اہم ترین) شعبہ ہے۔ (بخاری: ۹) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ (بخاری: ۳۲۴۸) جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرو۔

ان ارشادات میں بڑی تاکید کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیا کی تعلیم دی اور حیا کے ساتھ مزین ہونے کا حکم دیا اور جو لوگ بے حیائی کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں ان کے بارے میں قرآن کریم میں سخت وعید بیان فرمائی ارشاد ربانی ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ النور: ۱۹) بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین حیا اور پاک دامنی کا ماحول قائم کیا تھا اور صحابہؓ نے اس کی حفاظت کی اور

بعد کے لوگوں نے بھی اس قلعہ کی حفاظت کی، اب ہماری باری ہے کہ ہم معاشرے میں پاکدامنی کو فروغ دیں اور معاشرے کی اِن برائیوں کو جڑ سے ختم کریں۔

کرنے کے اہم کام:

(۱) مخلوط تعلیم سے نوجوان نسل کی حفاظت کی جائے اور غیر مخلوط تعلیمی نظام کو لانے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

(۲) جو لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں زیرِ تعلیم ہیں، انہیں پڑھنے کے لیے بہترین اسلامی کتابیں فراہم کی جائیں۔

(۳) ہر قسم کی دوستیوں سے اجتناب کی تلقین کی جائے، خاص طور سے غیر مسلم لڑکوں اور لڑکیوں سے مکمل قطع تعلق کا پابند بنایا جائے۔

یہ تو نئی نسل کے لئے کچھ ہدایات تھیں؛ لیکن ان ساری چیزوں سے بڑھ کر والدین اور سرپستوں کو کچھ اور چیزوں کو عمل میں لانا از حد ضروری ہے ورنہ چراغ تلے اندھیرا کے مثل ہوگا:

(۱) گھروں میں والدین بچوں اور بچیوں کو دین کی باتیں بتلائیں, اور زندگی کے ہر موڑ پر پند و نصائح سے اولاد کو آراستہ و پیراستہ کریں، صرف لاڈ و پیار کر کے اولاد کے مستقبل کو تاریک نہ کریں، ان کے اندر حیا و پاکدامنی کا جذبہ پیدا کریں، ہر روز گھر میں کوئی مسلم دینی کتاب پڑھ کر سب کو سنائیں۔

(۲) عورتیں گھروں میں دینی ماحول پیدا کریں، نماز، روزہ وغیرہ کو پابندی سے ادا کریں، اور چغل خوریوں اور غلط بیانیوں سے اپنے آپ کی مکمل حفاظت کریں۔

(۳) خاص طور سے بچیوں کی ضروریات کا زیادہ خیال رکھیں اور انہیں حد سے زیادہ یقین دلائیں کہ سرپرست اور والدین ان کی ہر جائز ضرورت کو مکمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔

بارگاہِ ایزدی میں دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قوم کی ہر طرح سے حفاظت کرے اور مسلم معاشرہ سے خرابیوں کو دور کرے۔

اصلاحی مضامین

انسان کے فطری قوتوں کو صحیح رخ دینے کی ضرورت

بہ قلم: مفتی سہیل الرحمٰن قاسمی*

خالق فطرت نے ہر انسان میں خوبیاں اور خرابیاں رکھی ہیں، قرآن مجید میں فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا سے اسی طرف اشارہ کیا گیا۔ اب فطرت کو کوئی بدل نہیں سکتا، خالق فطرت نے خود کہا ''فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ''

ماحول کا اثر: لیکن محنت وریاضت کے ذریعہ اس کا رخ موڑا جاسکتا ہے، کسی راہبر کی ہدایات پر عمل کر کے اور نیک لوگوں کی صحبت کے ذریعہ اپنی بُری طبیعت کو کمزور کر کے نیک طبیعت کو پروان چڑھا کر کامیابی کے منازل طئے کئے جاسکتے ہیں، اسی بات کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝ حضور ﷺ نے اس کو یوں بیان فرمایا ''کل مولو دیو لد علی فطرۃ الاسلام، فابو اہ یھود انہ اوینصر انہ یمجسا نہ'' ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے بچہ کو اگر ماحول یہودی، عیسائی مشرکانہ تہذیب کا ملتا ہے، تو وہ نام کا مسلمان رہتے ہوئے کام سارے وہی کرتا ہے جس ماحول میں پلا اور پڑھا ہے، اور اگر ایک غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہونے والے بچہ کو اسلامی ماحول مل جائے تو وہ اپنی فطرت میں موجود اسلامی نور کے سہارے ایک نہ ایک دن اسلام قبول کر لیتا ہے، اسی اسلامی ماحول کو بنانے کے لئے اور انسان کی فطری صلاحیتوں پر پڑی جہالت کی تاریکیوں کو نورِ الٰہی کے ذریعہ دور کر کے صحیح رخ دینے کے لئے انبیاء کرام مبعوث ہوئے، صحابہ، تابعین اور پھر خاتم النبین ﷺ کے بعد وقت کے مجددین نے نبوی طرز پر اپنی گمراہ قوم کو بڑی ہی حکمت اور وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے، زورِ استدلال کے ساتھ خوبصورت انداز دعوت اپنا کر دھیرے دھیرے صحیح رخ پر ڈال دیا۔

فطری قوتوں کو صحیح رخ پر لگانا سیرت کا پیغام:

اگر ہم سیرت النبی ﷺ کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہی عرب قوم جس کو اشعار کا بے حد ذوق تھا نبی علیہ السلام کی مسلسل تربیت نے قرآن کا دیوانہ اور مدح رسول اللہ ﷺ کا پروانہ بنا دیا تھا۔

---

* استاذ شعبۂ حفظ ادارہ ہذا

جوقوم اسلام سے قبل اپنی بہادری کے جوہر صرف اپنی ذات اور اپنے قبیلہ کو بچانے کے لئے دکھایا کرتی تھی وہ قوم اسلام کے بعد اپنی بہادری مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت میں دکھانے لگی۔

اور ظالم چاہے وہ اپنے قبیلہ کا ہو اس کے خلاف بھی بہادری کے جوہر دکھا کر اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان الفاظ میں داد شجاعت لے رہی تھی "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم،

گر رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

جوقوم اپنی پختگی عمل کی قوت اور عالی ہمتی کو قائم رکھتے ہوئے اور جوانی کے مشغلوں کو بڑھاپے میں نبھانے میں صرف کرتی تھی وہ فرائض وعبادت کی پابندی کر کے اللہ سے اپنا فضل مانگ رہی تھی، "تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا" جوقوم اپنی وفاداری کو جاہلی روایات اور خود تراشیدہ اصولوں کو نبھانے کے لئے جان قربان کرتی تھی وہی قوم اللہ و رسول کے راستے میں جان دے کر فزت و رب الکعبۃ کہہ رہی تھی اور وہ قوم اپنے اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے اور دامن مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی اور وارفتگی پر فخر کر رہی تھی

نحن الذین بایعوا محمدا

علی الجهاد ما بقینا ابدا

جس قوم میں غیرت وحمیت کا معیار خودساختہ جاہلی اصول تھے وہ قوم اپنی غیرت وحمیت کو دینی اور ملی مسائل میں استعمال کر رہی تھی، جس قوم کی فیاضی وفراخی نام ونمود اور شہرت کے لئے صرف اپنے مہمانوں کی حد تک تھی اس قوم نے اپنی فیاضی دین اسلام کی سربلندی اور اللہ و رسول کی رضا کی خاطر اس قدر دکھائی کہ اللہ نے قرآن عظیم الشان میں ان الفاظ سے ان کی تعریف فرمائی۔ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جس قوم کی جفاکشی اور محنت ومجاہدہ کا جذبہ صرف اور صرف اپنی روزی روٹی کے لئے لوٹ مار کرنے اور قبائلی دشمنیوں کے لئے استعمال ہوتی تھی وہ قوم اللہ کے راستے میں بھوک و پیاس اور سفر کی مشکلات کو خوش دلی سے برداشت کرتے ہوئے اللہ رب العزت سے اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ کا سرٹیفکٹ حاصل کر رہی تھی، جس قوم کی جوہر شناسی شراب اور شاعروں کو پرکھنے اور بہادری اور نشانہ بازی کو آزمانے میں صرف ہوتی تھی وہ قوم قرآن کے قاریوں اور معرکۂ حق وباطل کے شہہ سواروں کو جانچنے میں کام آرہی تھی۔ جس قوم کی ذہانت صرف اشعار یاد رکھنے اور جانوروں کے نسب یاد رکھنے میں استعمال ہوتی تھی اسی قوم کو قرآن وحدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو پوری امانت وحفاظت کے ساتھ امت کے سامنے پیش کر کے سعادت دارین سے مشرف ہوتے

دیکھا گیا اور اسی ذہانت نے دعوت واصلاح اور سیاسی امور میں وہ جوہر دکھائے کہ مؤرخین انگشت بدنداں رہ گئے۔

جس قوم کی اکثر عورتیں مردوں سے اس قدر خوف کھاتی تھیں جس طرح لگام لگایا ہوا جانور خوف کھاتا ہے اور عورت اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرنا دشوار سمجھتی تھی۔لیکن یہی خواتین نے اسلام کی برکت سے خوف خدا اور اطاعت رسول کو اس طرح اپنی زندگی میں داخل کیا اور حدودِ الٰہی کی پابندی کر کے self Recpect (اپنی عزت آپ کرو) کا وہ نمونہ پیش کیا کہ کسی عورت کو چھیڑنا یا اس کی عزت وناموس پر ہاتھ ڈالنا تو درکنار نظر اٹھا کر دیکھنا بھی جرم تصور کیا جانے لگا۔ جو قوم جادوگروں اور جنات، بھوت پر یقین رکھتی تھی آج وہی قوم قرآن وسنت اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ غیبی خبروں پر صدق دل سے یقین کر کے أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ میں شامل ہوئی۔

جس قوم نے خودداری اور آزادی کی حفاظت کے لئے بیسیوں لڑائیاں لڑی تھیں، آج وہی قوم انسانیت کو طوق غلامی سے نکالنے کے لئے خود کو خدا سمجھنے والے بادشاہوں سے ٹکرا رہی تھی۔

الغرض! خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کی فطری صلاحیتوں کے رخ کو تیس سال کی مدت میں صحیح راستہ کی طرف موڑا اور پھر ان افراد نے اسی طریقۂ اصلاح کو اپنا کر دنیا میں اسلام کا پرچم لہرا دیا۔

لیکن زمانہ نبوت سے جس قدر دوری ہوتی گئی اسی قدر انسانیت بھٹکتی گئی اور دلوں کی تاریکی بڑھتی گئی اور آج حال یہ ہے کہ اسلام اپنوں میں بھی اجنبی بنا ہوا ہے، آج پھر ضرورت ہے کہ وارثانِ علوم نبوت محافظین ختم نبوت پاسبان قوم وملت قرن اول کے اصلاحی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے مستقبل کی تعمیر کریں اس کے نتیجے میں ''انشاء اللہ'' حوض کوثر پر شفیع المذنبین ہماری بھی سفارش کر کے ہم کو اُخروی سعادت سے ہم کنار فرمائیں گے۔ ہماری قوم میں بے شمار صلاحیت مند افراد ہیں لیکن ان کی صلاحیتوں کو صحیح رخ پر لگانا یہ ہر دردمند انسان کی ذمہ داری ہے۔ ہماری قوم کے عشق مجازی کو عشق الٰہی سے بدلنے کی ضرورت ہے۔

ترک وطن برائے مال کے جذبہ کو ترک وطن برائے دین میں بدلنے کی ضرورت ہے، کھیل کود میں آگے بڑھنے کے جذبہ کو دینی خدمات میں آگے بڑھنے کی طرف پھیرنے کی ضرورت ہے، ذہانت وفطانت کے حامل افراد ہماری قوم میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں لیکن ان کی ذہانت دین کی خدمت کے لئے استعمال ہونے کے بجائے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ پیسہ کمانے کے لئے استعمال ہو رہی ہے اور اسی چکر میں مجرمانہ کاروائیاں انجام دے کر ''حب الدنیا رأس کل خطیئة'' کی عملی تشریح بن رہے ہیں۔ فیاضی وفراخی شادی بیاہ اور خودساختہ رسم ورواج کو ادا کرنے کے لئے کی جارہی ہے۔

غیرت وحمیت عزت نفس کے خود تراشیدہ اصول کا نام بن کر رہ گئی ہے جس کی خلاف ورزی کو معاشرے میں ناک کٹنے سے تعبیر کیا جارہا ہے۔ذوق علم صرف برائے نوکری (Job) یا برائے اچھا رشتہ ہے، سبق آموز حکایات اور عزم وحوصلہ پیدا کرنے والے واقعات پڑھنے کی بجائے ڈرامے اور کارٹون دیکھے جارہے ہیں، جوش وجذبہ کو باطل طاقتیں پوری پلاننگ کے ساتھ استعمال کر کے ہمارے نوجوانوں کو اپنا آلۂ کار بنا کر کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل رہی ہے۔فن اور ٹیلنٹ کے نام پر تخلیقی ذہن کو انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر دھوم مچانے کی چکر میں برباد کیا جارہا ہے۔اور زندگی کے قیمتی لمحات کو گناہوں میں کاٹا جارہا ہے۔دین پر چلنے کا شوق ہے لیکن دین چند رسوم کی ادائیگی چند نمازوں کی پابندی کو سمجھ لیا گیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس زمانے کے متعلق فرمایا تھا ”لا یبقی من الاسلام الا رسمہ و لا یبقی من القرآن الا رسمہ“ اپنے گھر کی زندگی کو خوبصورت بنانے کا جذبہ ہے لیکن حسنِ معاشرت کے خوبصورت نبوی اصول کو اپنانے کی بجائے انگریزی اور ہندو تہذیب پر مشتمل فلموں اور سیریلیوں سے اصول معاشرت لے جارہے ہیں۔اور گھریلو تلخیوں کو برداشت کرنے کے بجائے کورٹ اور وکیلوں کے نخرے برداشت کئے جارہے ہیں۔

الغرض! آج امت کی فطری قوتوں کو صحیح رخ پر لگانے کے لئے علماء اور عوام کی بڑھتی دوریوں کو ختم کرنا اور ہر مسجد میں درس قرآن درس حدیث کو عام کرنا اور بڑے لوگوں اور چھوٹے بچوں کے لئے دینی تعلیم کا نظم کرنا اور حصولِ علم دین کا شعور بیدار کرنا، ہر فرد ہر جماعت ہر تنظیم ہر مدرسہ کی ذمہ داری ہے اگر اب بھی عمومی دعوت واصلاح سے ایسے ہی غفلت رہی اور اجتماعی طور پر خواص وعوام کے باہمی جوڑ کی شکلیں وصورتیں نہیں بنائی گئی تو فکری ارتداد کا یہ سیلاب ہمارے مراکز ومدارس اور رہی سہی علماء کی عزت کو خاک میں ملا کر چھوڑے گا، عمومی دعوت سے غافل ہو کر محض درس وتدریس میں مشغول ہونا بقول حکیم الامت مجدد الملت نور اللہ مرقدہٗ، ایسا ہے جیسے نماز کے لئے وضو اور وضو کے لئے پانی اور لوٹوں کے جمع کرنے میں اتنا مشغول ہو جانا کہ نماز کا وقت ہی نکل جائے۔(التبلیغ ۲۰ وعظ دعوت الی اللہ)

اللہ ہم سب کو اپنی اصلاح کی فکر کے ساتھ امت کی اصلاح کی فکر بھی نصیب فرمائے۔اور اللہ اپنے غیبی خزانے سے ہر خادمِ دین کی نصرت فرمائے۔آمین

دعوتِ دین

ننھا داعی

جمعہ کو نماز عصر کے بعد باپ بیٹے کا معمول تھا کہ وہ لوگوں کو دین کی دعوت دینے کے لیے اپنے گھر سے نکلتے، بازار کے وسط میں سڑک کنارے کھڑے ہوجاتے، آتے جاتے لوگوں میں اسلامی لٹریچر تقسیم کرتے، باپ مقامی مسجد میں خطیب ہیں، ان کا گیارہ سالہ بیٹا گذشتہ کئی سالوں سے موسم کی شدت کی پرواہ کیے بغیر اپنے والد کے ساتھ جاتا تھا، ایمسٹرڈم ہالینڈ کا دارالحکومت ہے۔ یورپ کا یہ چھوٹا سا ملک بے حد خوبصورت ہے۔ یہاں بے حد و حساب پھول پیدا ہوتے ہیں۔ بارشیں کثرت سے ہوتی ہیں، اس لیے یہاں ہر طرف ہریالی نظر آتی ہے۔ دودھ کی پیداوار اور اس کی پروڈکٹ کے اعتبار سے یہ ملک بڑا مشہور ہے۔ کتنی ہی مشہور زمانہ کمپنیاں یہاں سے خشک دودھ دنیا بھر میں سپلائی کرتی ہیں۔ اس روز موسم بڑا ہی خراب تھا۔ صبح سے ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ یخ بستہ سردی کے ساتھ ساتھ وقفے وقفے سے بارش بھی ہو رہی تھی۔ جمعہ کا دن تھا اور معمول کے مطابق باپ بیٹے کو لٹریچر تقسیم کرنا تھا۔ والد تھوڑی ہی دیر پہلے مسجد سے گھر پہنچے تھے۔ انہیں قدرے تھکاوٹ بھی تھی۔ بیٹے نے خوب گرم کپڑے پہنے اور اپنے والد صاحب سے کہنے لگا: ابا جان چلیے! لٹریچر تقسیم کرنے کا وقت ہو چکا ہے۔ مگر بیٹے! آج تو موسم بڑا خراب ہے۔ سردی کے ساتھ ساتھ بارش بھی ہو رہی ہے۔ لیکن میں تو تیار ہو گیا ہوں۔ بارش ہو رہی ہے تو پھر کیا ہے؟ یہاں تو بارش کا ہونا معمول کی بات ہے، بیٹے نے جواب دیا۔ بیٹے! موسم کا تیور آج ہم سے یہ کہہ رہا ہے کہ ہم آج گھر پر ہی رہیں، والد نے جواب دیا۔ ابا جان! آپ تو خوب جانتے ہیں کہ کتنے ہی لوگ جہنم کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمیں ان کو بچانا ہے۔ انہیں جنت کا راستہ دکھانا ہے۔ آپ کو تو خوب معلوم ہے کہ جنت کا راستہ نامی کتاب پڑھ کر کتنے ہی لوگ راہِ راست پر آ گئے ہیں۔ والد: بیٹے! آج میرا اس موسم میں باہر جانے کا قطعاً ارادہ نہیں ہے۔ کسی اور دن پروگرام بنا لیں گے۔ بیٹا: ابا جان! کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ آج میں اکیلا ہی ان کتابوں کو تقسیم کر آؤں؟۔ بیٹے نے اجازت طلب نگاہوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ والد تھوڑی دیر تردد کا شکار ہوئے اور پھر کہنے لگے: میرے خیال میں تمہارے اکیلے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ کا نام لے کر تم بے شک آج اکیلے ہی چلے جاؤ اور لوگوں میں کتابیں تقسیم کر آؤ۔ والد نے بیٹے کو Road to Paradise ''جنت کا راستہ'' نامی کچھ کتابیں پکڑائیں اور اسے فی امان اللہ کہہ کر الوداع کہہ

دیا۔قارئین کرام !اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ ہمارے اس ننھے داعی کی عمر صرف گیارہ سال ہے اسے بچپن ہی سے اسلام سے شدید محبت ہے اور وہ نہایت شوق سے دین کے کاموں میں پیش پیش رہتا ہے۔ننھا داعی گھر سے نکلتا ہے،اس کا رخ بازار کی طرف ہے جہاں وہ کافی عرصہ سے لٹریچر تقسیم کرتا چلا آرہا ہے۔اب وہ بازار میں اپنی مخصوص جگہ پر کھڑا ہے وہ اپنی مسکراہٹ سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ان کو سلام کرتا ہے۔انھیں روکتا ہے۔ان سے بات چیت کرتا ہے مسکراتے ہوئے ان سے کہتا ہے: دیکھیے سر!میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا رب آپ سے شدید محبت کرتا ہے۔وہ انہیں کتاب پیش کرتا ہے،ان سے کہتا ہے: جناب!یہ فری ہے۔یہ آپ کے لیے ہے۔ان میں کچھ لوگ اس ننھے لڑکے سے کتاب لے لیتے ہیں کچھ شانے اچکا کر آگے نکل جاتے ہیں۔کچھ کتابیں تقسیم کرنے کے بعد اب اس کا رخ قریبی محلے کی طرف ہے وہ بعض گھروں کے دروازوں پر دستک دیتا ہے اگر کوئی باہر نکلتا ہے تو مسکراتے ہوئے اسے کتاب کا تحفہ پیش کرتا ہے۔کوئی قبول کر لیتا ہے کوئی انکار کرتا ہے مگر وہ ان چیزوں سے بے پروا اپنے مشن میں لگا ہوا ہے۔کتابیں تقسیم کرتے ہوئے کم وبیش دو گھنٹے گزر چکے ہیں۔اب اس کے ہاتھوں میں آخری کتاب رہ گئی ہے۔وہ اس سوچ میں تھا کہ یہ آخری کتاب کسے دی جائے۔اس نے گلی میں آنے جانے والے کئی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور انہیں کتاب دینے کی پیش کش کی، مگر انہوں نے تھینک یو کہہ کر انکار کیا اور آگے چل دیے۔گلی میں ایک جگہ جہاں بہت سارے گھر ایک ہی ڈیزائن کے بنے ہوئے ہیں وہ ان میں سے ایک گھر کا انتخاب کرتا ہے اور اس کے دروازے پر جا کر گھنٹی بجاتا ہے،کسی نے جواب نہ دیا۔اس نے بار بار گھنٹی بجائی،مگر اندر مکمل خاموشی تھی۔نہ جانے اسے کیا ہوا۔یہ اس کے طریق کار کے خلاف تھا کہ وہ کسی کے دروازے کو اس طرح بجائے مگر آج اس نے دروازے کو زور زور سے بجانا شروع کر دیا زور سے کہا: کوئی اندر ہے تو دروازہ کھولو۔اندر بدستور مکمل خاموشی تھی۔وہ مایوس ہونے لگا،اس نے کچھ سوچا اور آخری بار اپنی انگلی گھنٹی پر رکھ دی۔گھنٹی بجتی رہی،بجتی رہی......اور آخر کار اسے اندر سے قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔اس کے دل کی حرکت تیز ہونے لگی۔چند لمحوں بعد آہستگی سے دروازہ کھلتا ہے۔ایک بوڑھی خاتون چہرے پر شدید رنج وغم کے آثار لیے سامنے کھڑی تھی، کہنے لگی: ہاں میرے بیٹے!بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟ ننھے داعی نے مسکراتے ہوئے کہا: نہایت ہی معزز خاتون!اگر میں نے آپ کو بے وقت تنگ کیا ہے تو اس کے لیے میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔دراصل میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا رب آپ سے حقیقی اور سچی محبت کرتا ہے۔آپ کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے۔میں کچھ کتابیں تقسیم کر رہا تھا۔میرے پاس یہ آخری کتاب بچی ہے۔میری خواہش ہے کہ یہ کتاب میں آپ کی خدمت میں پیش کروں۔اس کتاب میں کیا ہے؟ یہ آپ کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوگا،مگر اتنی بات میں کہے دیتا ہوں یہ کتاب آپ کو آپ کے حقیقی

رب کے بارے میں بہت کچھ بتائے گی۔ اسے پڑھ کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارے پیدا کرنے والے نے ہمیں کن مقاصد کے لیے پیدا کیا ہے۔ اور ہم اپنے رب اپنے خالق اور مالک کو کیسے راضی کر سکتے ہیں۔ بوڑھی عورت نے کتاب وصول کی اور بچے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: جیتے رہو بیٹا، جیتے رہو۔ ننھے داعی کا آج کے لیے مشن مکمل ہو چکا تھا، اس کو جتنی کتابیں تقسیم کرنا تھیں وہ کر چکا تھا۔ اس کا رخ اب اپنے گھر کی طرف تھا۔ یوں بھی شام کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ وہ ہنستا مسکراتا اپنے گھر واپس آ گیا۔ ہفتہ کے ایام جلد ہی گزر گئے۔ آج ایک بار پھر جمعہ کا دن ہے۔ باپ بیٹا حسب معمول جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں ہیں۔ ننھے داعی کے والد نے جمعہ کا خطبہ ارشاد فرمایا۔ نماز پڑھانے کے بعد حسب معمول حاضرین سے کہا کہ آپ میں سے کوئی سوال کرنا چاہتا ہو یا کوئی بات کہنا چاہتا ہو تو اسے برسر عام ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ وہ اٹھ کر بیان کر سکتا ہے۔ حاضرین میں تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا جاتی ہے۔ لگتا ہے کہ آج کسی کے پاس کوئی خاص سوال نہیں۔ اچانک پچھلی صفوں پر بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک بوڑھی خاتون کھڑی ہوتی ہے۔ وہ قدرے بلند آواز میں کہنا شروع کرتی ہے: خواتین وحضرات! آپ لوگوں میں سے مجھے کوئی بھی نہیں پہچانتا نہ ہی آج سے پہلے میں کبھی اس مسجد میں آئی ہوں۔ میں تو گزشتہ جمعہ تک مسلمان بھی نہ تھی۔ بلکہ میں نے اسلام قبول کرنے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ چند ماہ گذرے میرے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد میں اس دنیا میں بالکل تنہا تھی۔ گزشتہ جمعہ کے روز موسم غیر معمولی ٹھنڈا تھا۔ وقفے وقفے سے ہلکی ہلکی بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں اس دنیا اور تنہائی سے تنگ آ چکی تھی۔ دنیا میں میرا کوئی بھی نہ تھا۔ میں کتنے دنوں سے سوچ رہی تھی کہ میں خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کیوں نہ کر لوں۔ جب میرا خاوند نہیں رہا تو میں اس دنیا میں رہ کر کیا کروں گی۔ بالآخر گزشتہ جمعہ کو میں نے خودکشی کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ میں بازار گئی وہاں سے ایک نہایت مضبوط رسی خریدی۔ سیڑھی پر چڑھ کر چھت کے ایک شہتیر سے رسی کو باندھا۔ پھر میں نے رسی کے ایک سرے سے پھندا بنایا، اگلا مرحلہ یہ تھا کہ کرسی کو اپنے قریب کر کے مجھے اس پر پاؤں رکھنا تھا اور گلے میں پھندا ڈال کر کرسی کو ٹھوکر مار دینی تھی۔ اس طرح پھندہ میرے گلے میں اٹک جاتا اور میری زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ جوں ہی میں نے گلے میں رسی ڈالی، نیچے سے گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ پہلے تو میں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی، مگر گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ میں نے سوچا: میرا ملنے والا کون ہو سکتا ہے؟ مدتیں گزر گئی ہیں مجھے کوئی ملنے کے لیے کبھی نہیں آیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں گھنٹی کو نظر انداز کر دوں اور خودکشی کر لوں۔ ادھر گھنٹی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ کوئی غیر مرئی طاقت مجھ سے کہہ رہی تھی کہ دیکھو دروازے پر کون ہے؟ لیکن ایک سوال بار بار میرے ذہن میں آ رہا تھا: اس دنیا میں تو میرا کوئی بھی نہیں پھر یہ گھنٹی دینے والا کون ہو سکتا ہے؟ اسی دوران کسی نے زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ میں نے سوچا: چلو

کوئی بات نہیں، میں خودکشی کے پروگرام کو تھوڑی دیر کے لیے مؤخر کر دیتی ہوں چنانچہ میں نے رسی کو گردن سے اتارا، کرسی کا سہارا لے کر کھڑی ہوئی اور آہستہ آہستہ نچلی منزل کی طرف چل دی۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک بہت پیارے اور خوبصورت بچے کو دیکھا جو مجھے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں، مجھے دیکھ کر اسے یوں لگ رہا تھا کہ اسے کوئی بڑی نعمت مل گئی ہو۔ میں نے آج تک اس عمر کے بچے کے چہرے پر اتنی خوبصورت مسکراہٹ نہیں دیکھی- میں بتا نہیں سکتی کہ وہ بچہ مجھے کتنا پیارا لگا۔ اس کے منہ سے نکلنے والے کلمات نہایت پیارے اور دل کش تھے-جس انداز سے اس نے میرے ساتھ گفتگو کی وہ ناقابل فراموش تھی۔ اس نے مجھ سے کہا: اے معزز اور محترم خاتون! میں آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو بتا دوں کہ اللہ تعالیٰ آپ سے حقیقی محبت کرتے ہیں اور آپ کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے ہیں۔ اس نے ''جنت میں جانے کا راستہ'' نامی کتاب میرے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا: اسے اطمینان سے ضرور پڑھیے۔ وہ خوبصورت اور روشن چہرے والا بچہ جدھر سے آیا تھا ادھر ہی واپس چلا گیا، مگر میرے دل میں شدید ہلچل پیدا کر گیا۔ میں نے دروازہ بند کیا اور نچلی منزل پر ہی بیٹھ کر اس کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھنے لگی۔ میں کتاب پڑھتی چلی گئی۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے یہ کتاب میرے لیے اور صرف میرے لیے لکھی گئی ہے۔ میں نے جیسے ہی کتاب ختم کی میرے ذہن میں انقلاب آ چکا تھا۔ مجھے روشنی مل گئی تھی۔ میں اوپر والی منزل میں گئی۔ چھت سے رسی کھولی اور کرسی کو پیچھے ہٹا دیا۔ اب مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہ رہی تھی۔ معزز حاضرین! اس نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا: میں نہایت سعادت مند اور خوش بخت ہوں کہ میں نے اپنے حقیقی رب کو پہچان لیا ہے۔ میں نے فطرت کو پا لیا ہے۔ میں اب الحمدللہ! مسلمان ہو چکی ہوں۔ اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت سے نوازا۔ کتاب کے آخری صفحہ پر اس مرکز کا ایڈریس دیا ہوا تھا میں یہاں اس لیے آئی ہوں کہ میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کر سکوں، خصوصاً اس ننھے سے داعی کا جو میرے پاس نہایت ہی مناسب وقت پر آیا۔ بس یہ چند لمحوں کی بات تھی، اگر وہ نہ آتا تو میں جہنم کا ایندھن بننے ہی والی تھی۔!! لوگ حیران و ششدر ہو کر بڑھیا کی بات سن رہے تھے، جب اس کی بات ختم ہوئی تو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں شاید ہی کوئی آنکھ ہو جس میں آنسو نہ جھلک رہے ہوں۔ مسجد میں اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدائیں گونج رہی تھیں۔ امام مسجد منبر سے نیچے اترے، سامنے والی صف میں ان کا ننھا داعی بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ انہوں نے روتے ہوئے اسے اپنے بازوؤں میں لیا اور سینے سے لگا لیا۔ وہ کہہ رہے تھے: بیٹے! مجھے تم پر فخر ہے۔ تم صحیح معنوں میں ننھے داعی اور مجاہد ہو۔ مسجد میں شاید ہی کوئی شخص ہو جس کی یہ تمنا نہ ہو کہ کاش اس کا بیٹا بھی اس قسم کا داعی ہوتا!

(بہ شکریہ ماہنامہ ضیائے علم)

فقہ اسلامی

کیا ولایت نبوت سے افضل ہے؟

از: مفتی عباد الرحمٰن قاسمی*

ایک عالم دین نے دارالافتاء ادارہ اشرف العلوم حیدرآباد سے استفتاء کیا کہ

دین دار انجمن والے کہتے ہیں کہ **"منصبِ ولایت منصبِ نبوت سے بڑھ کر ہے، نیز یہ کہ ایک عام مؤمن کا درجہ سوا لاکھ انبیاء کے برابر ہے"**، اس کی کیا حقیقت ہے؟ اس سوال کا تفصیلی جواب ادارہ کے مؤقر استاذ مفتی عباد الرحمٰن صاحب قاسمی زید مجدہٗ نے دیا جس میں دونوں مناصب کی حقیقت اور ان کے درمیان تفاوت اور تفاضل کو واضح کیا گیا، افادہ کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ (مرتب)

نبی کی تعریف: نبی یہ لفظ ''نبأ'' سے بنا ہے، جس کے معنی خبر اور طلاع کے آتے ہیں، نبی کو نبی اس لئے کہا جاتا ہے کہ فرشتہ اللہ کی جانب سے (آسمانی وغیبی اطلاعات) وحی کی شکل میں لے کر ان کے پاس آتا ہے جس وحی میں شریعت، احکام، عبادات وغیرہ ہوتے ہیں اور پھر یہ نبی اُس وحی کو بندوں تک پوری امانت کے ساتھ پہونچا دیتا ہے۔

وفی الفتوحات المكية النبی هو الذی يأتيه الملک بالوحی من عندالله، يتضمن ذالک الوحی شريعة يتعبد بها فی نفسه، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس ج ۱ ص ۷)

نبی اپنی نبوت وسچائی پر مخلوق کو معجزہ کے ذریعہ چیلنج کرتا ہے اور اس جیسی چیز پیش کرنے سے لوگوں کو عاجز کر دیتا ہے اور اس معجزہ کو اللہ کی جانب سے اس کی تصدیق کے لئے ظاہر کئے جانے کی اطلاع بھی دیتا ہے۔

أن النبی يتحدی الخلق بالمعجزة ويستعجزهم علی الاتيان بمثلها، ويخبرهم عن الله تعالیٰ بخرق العادة بها التصديقه (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۶)

نبی ایک انسانِ کامل ہوتا ہے، اس میں ظاہری وباطنی کسی اعتبار سے کوئی عیب ونقص نہیں ہوتا ہے۔

حضرت مولانا نوال الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے: نبی ہو یا رسول، اس

* استاذ شعبۂ افتاء ادارہ ہذا

میں پہلی بات یہ ہوتی ہے کہ وہ انسان ہوتا ہے، آزاد ہوتا ہے، مذکر ہوتا ہے، بنی آدم میں سے ہوتا ہے اور صحیح الحواس ہوتا ہے، اپنے ظاہری قُویٰ کے اعتبار سے اپنی قوم وقبیلے میں سب سے اچھا ہوتا ہے، شکل وصورت میں بھی اور سلامتی اعضاء میں بھی۔ (درس عقیدۃ الطحاوی، ص ۱۶۰)

دنیا کی تمام تر بزرگیاں، ونیکیاں، اخلاق وصفات انہیں انبیاء کی جماعت میں جمع ہوتی ہیں، حضرت مولانا قاری طیبؒ نے لکھا ہے: عالم کی ساری برگزیدگیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا مخزن انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ اور آخر میں سید ولد آدم حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس واطہر ہے، جن کی محبت وعظمت اور عقیدت ومتابعت ہی اصل ایمان ہے۔ (علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی اختلاف)

نبی کی ذمہ داری تبلیغ دین اور تلاوتِ آیات واحکام ہوتی ہے "یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (سورۃ المائدہ: ۶۷) اور لِّتَتْلُوَاْ عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ (سورۃ الرعد: ۳۰)

ولی کی تعریف: ولی یہ لفظ ولایت سے بنا ہے، جس کے معنی قربت کے آتے ہیں، چونکہ ولی عبادت کرتے کرتے اللہ کی قربت حاصل کرتا ہے، اسی لئے اس کو "ولی" کہا جاتا ہے۔

ولی شرعاً وہ ہوتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کامل میں عمل صالح اور عقیدۂ صحیحہ کے ساتھ زندگی گذارتا ہے، وہ کوئی نبوت کا، یا وحی کا، یا غائب کی جانکاری کا دعویٰ نہیں کرتا، یہاں تک کہ اپنی ولایت کا بھی اظہار نہیں کرتا بلکہ اپنی نیکی اور ولایت کو مخفی رکھتا ہے، نیز کسی ولی سے ظہور خارقِ عادت یا کرامت کا ہونا بھی ضروری نہیں ہوتا، اس ولی کو جو کچھ بھی اللہ کی معرفت وقربت حاصل ہوتی ہے، وہ نبی کی متابعت واتباعِ سنت کے نتیجہ میں ہی ملتی ہے، نبی کی اتباع کے بغیر کوئی انسان ولی بن ہی نہیں سکتا۔

ظهور امر خارق للعادة على عبد ظاهر الصلاح ملتزم لمتابعة نبي من الأنبياء مقترنا بصحيح الاعتقاد والعمل الصالح غير مقارن لدعوىٰ النبوة۔

(مجموعہ رسائل ابن عابدین ج ۲ ص ۲۳۸ بحوالہ درس عقیدۃ الطحاوی ۵۸۸)

ولی کا کامل الخلقت اور تام الأعضاء، اور حسین وجمیل اور مذکر ہونا کوئی ضروری نہیں ہوتا، کوئی خاتون بھی ولیہ ہوسکتی ہے، لیکن کوئی خاتون نبیہ نہیں ہوسکتی، کوئی جسمانی عیب میں مبتلا شخص، کمزور، بدصورت، اندھا معذور اور کوئی بھی ایمان والا شخص ولی ہوسکتا ہے جب کہ نبی ان چیزوں سے مبرا ہوتا ہے۔

ولی اپنی ولایت پر مخلوق کو کوئی چیلنج نہیں دیتا اور نہ کوئی دعویٰ کرتا ہے۔

وأما الولي والساحر، فلا يتحديان الخلق ولا يستدلان على نبوة، ولو ادعيا شيئا من ذالک، لم تنخرق العادة لهما (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۶)

ولی نبی کی اطاعت ومتابعت ہی سے ولایت کا مقام پاتا ہے، اس کے بغیر اس کو یہ مقام مل ہی نہیں سکتا، اور اسی متابعت کے طفیل ہی اپنی استعداد کے مطابق، ولایت کے درجات سے سرفراز ہوتا ہے جیسا کہ صاحبِ روح البیان نے لکھا ہے: ولکن الفرق بین النبی والولی فی ذالک، أن النبی مستقل بنفسه فی السیر إلی الله والوصول ویکون حظه من کل مقام بحسب استعداده الکامل، والولی لایمکنه السیر إلا فی متابعة النبی وتسلیکه فی سبیل الله ۔۔۔۔۔یکون حظه من المقامات بحسب استعداد (روح البیان ج ۲ ص ۱۹۴)

کیا ولی نبی سے بڑھ کر ہے؟ نہیں! کوئی ولی نبی سے برتر تو کیا اس کے برابر بھی ہر گز نہیں ہوسکتا اور دیندار انجمن والوں کا یہ کہنا کہ "**منصب ولایت منصب نبوت سے بڑھ کر ہے**"، یہ دراصل بعض حضرات صوفیاء کی اس تعبیر "الولایة افضل من النبوة" کا ترجمہ ہے، یاد رہے کہ یہ ایک مجمل ومبہم وقابل تشریح کلام ہے جس کا ظاہر مراد نہیں، اور باطن ومعنیٰ، قابل تاویل وتوضیح ہے، لہذا اولاً ایسے متشابہ وغیر ظاہر المراد کلام سے پرہیز کرنا ضروری ہے، ثانیاً عوام الناس کے سامنے ایسے کلام کو بیان کرنا ایمان کے خطرہ کا سبب اور ذہنی الجھن کا باعث ہوتا ہے، اسی لئے عوام کے سامنے تو ہر گز ہر گز بھی بیان نہ کیا جائے، حدثوا الناس بما یعرفون، أتحبون ان یکذب الله رسوله، ثالثاً اس کا معنی تاویل کر کے یہ لئے گئے کہ "نبی کی جہت ولایت، نبی ہی کی جہت نبوت سے افضل ہے اس لئے کہ ولایت باطنی امر ہے، اور نبوت اس معنی کر کہ اس میں اشتغال بالخلق ہوتا ہے، ظاہری امر ہے اور باطن کو ظاہر سے ایک گونہ تفوق ہوتا ہے، اسی لئے وہ جملہ یعنی الولایة افضل من النبوة کہا گیا ہے اس کے معنی ہر گز ہر گز بھی وہ نہیں ہوسکتے جو گمراہ خیالات رکھنے والے لوگ مراد لیتے ہیں کہ ولی، نبی سے افضل ہوتا ہے، اس لئے کہ اس قول میں تقابل ولایت ونبوت کا ہے، نبی اور ولی کے درمیان نہیں ہے بلکہ اس مقولہ کی مراد یوں ہوگی کہ نبی ہی کی ولایت کا نبی ہی کی نبوت سے افضل ہے، یہاں غیر نبی اور کسی ولی سے ہر گز تقابل نہیں، اور کوئی ولی، نبی سے افضل ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ وہ ولی بنا ہی ہے نبی کی متابعت وفرمانبرداری سے، تابع کبھی متبوع سے افضل ہو ہی نہیں سکتا، بلکہ امت کے سارے ولیوں کی ولایتیں بھی ایک نبی کی نبوت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، نبی کی متابعت کی برکت ہی سے ان کو ولایت کا مقام ملا ہے، اسی لئے تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے جس کو امام طحاویؒ نے اپنی کتاب عقیدۃ الطحاوی میں بیان کر دیا ہے۔

"ولا نفضل احدا من الأولیاء علی احد من الانبیاء علیهم السلام، ونقول نبی واحد افضل من جمیع الاولیاء"۔ (عقیدۃ الطحاوی)

ترجمہ: اور ہم کسی ولی کو کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے اور ہم اس بات کے معتقد وقائل ہیں کہ ایک نبی تمام

اولیاء سے افضل ہوتا ہے۔

صاحب تاریخ الخمیس نے لکھا ہے: مطلب نفیس فی قولهم ان الولایة افضل من النبوة فما نقل عن بعض الاولیاء من أن الولایة افضل من النبوة، فمبنی علی ان للنبی جهتین احداهما جهة الولایة التی هی باطن النبوة، وثانیتهما جهة النبوة التی هی ظاهر الولایة، فالنبی بجهة الولایة یاخذ الفیض والعلی من الله تعالیٰ، وبجهة النبوة تبلیغة للخلق، ولا شک فی أن الوجه الذی إلی الحق اشرف وافضل من الوجه الذی الی الخلق، فالمراد ان جهة ولایة نبی افضل من جهة نبوته، وهو من حیث أنه ولی افضل من حیث أنه نبی، لاأن ولایة ولی تابع افضل من نبوة نبی متبوع حتی یلزم أن یکون الولی افضل من النبی کما توهم القاصرون، فان مرتبه الولایة حاصلة للنبی علی وجه أکمل من ولایة الولی مع امر زائد وهو مرتبة النبوة، فکل نبی ولی من غیر عکس ۔(تاریخ الخمیس فی احوال أنفس النفیس ج ۱ ص ۱٦)

ترجمہ: بعض اولیاء کرام سے جو منقول ہے کہ ولایت، نبوت سے افضل ہے تو اس کی بنیاد یہ ہے کہ نبی کی دو جہتیں ہیں ایک جہت ولایت جو کہ باطن نبوت ہے اور دوسری جہت نبوت جو کہ ظاہر ولایت ہے، چنانچہ نبی جہت ولایت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فیض واعلیٰ مقام حاصل کرتے ہیں، اور جہت نبوت سے مخلوق میں تبلیغ کا عظیم کام انجام دیتے ہیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ جہت جو اللہ کی طرف ہو وہ اشرف وافضل ہے اس جہت سے جو مخلوق کی طرف ہو تو اس مقولہ سے مراد یہی ہے کہ نبی کی جہت ولایت، جہت نبوت سے افضل ہے ،اور وہ نبی بحیثیت ولی افضل ہیں بمقابلہ بحیثیت نبی کے۔اس سے مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ولی تابع کی ولایت نبیٔ متبوع کی نبوت سے افضل ہے، جس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے جیسا کہ گمراہ لوگوں کا گمان اور وہم ہے، نبی کو ایک عام ولی کے مقابلہ میں مرتبۂ نبوت کی وجہ سے اکمل درجہ کی ولایت حاصل ہوتی ہے۔(خلاصہ یہ کہ) ہر نبی ولی ہوتا ہے، اس کے برخلاف (ہر ولی نبی ہو جائے ایسا) نہیں ہوسکتا۔

لہذا دین دار انجمن والے جو یہ کہتے ہیں کہ ولایت، نبوت سے افضل ہے تو ان کا مقصود نبی اور ولی کا تقابل ہوتا ہے، وہ معنی نہیں ہوتا جو اوپر بیان کیا گیا ہے، اور اس طرح تقابلاً نبی اور ولی کے مابین عقیدہ رکھنا اور ولی کو نبی سے افضل قرار دینا کفر ہے، اور یہ عقیدہ رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے، علامہ آلوسی نے لکھا:۔۔۔۔۔

وأیا ما کان، فلا دلیل فیه علی ان الولایة افضل من النبوة وقد کفر معتقد ذلک (روح المعانی ج ٦ ص ۱۴۲) اور جو بھی ہو، اس میں اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ولایت، نبوت سے افضل ہوتی ہے اور اس طرح عقیدہ رکھنے والے کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

رابعاً ہم نے یہ معنی تاویل کر کے اور جملہ کو صحیح کرنے کے لئے کھینچا تانی کر کے بتائے ہیں، جو اوپر ذکر ہوا، گمراہ لوگ جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ مراد نہیں ہے، وہ لوگ جو معنی مراد لے کر کہتے ہیں وہ سراسر باطل وکفر ہے اور وہ معنی جو ہم نے تاویلاً نقل کیا ہے علماءِ محققین نے تو اس طرح تاویل کی بھی اجازت نہیں دی، اور اس طرح کے کلام کی تردید فرمائی ہے، اور احتیاط کا مقتضی بھی یہی ہے کیونکہ بات ایسی ہونی چاہئے جو صاف ہو اور اپنے معنی و مقصود میں واضح اور دوٹوک ہو، بات ایسی نہیں ہونی چاہئے جس کی مراد واضح نہ ہو اور جس میں تاویل کرنی پڑے اور مطلب پرست اور گمراہی پسند لوگ اس سے اپنی مطلب براری کرنے لگیں۔

الغرض! چونکہ اس کلام کا ظاہری معنی درست اور ٹھیک نہیں ہے اس لئے علماء نے اس طرح کے کلام کو پسند نہیں کیا، نیز جو تاویل کی گئی اس کو بھی محققین نے رد فرما دیا، اور یہ تصریح فرمائی کہ نبی جب مخلوق کی جانب متوجہ ہوتے ہیں تب بھی حق تعالیٰ شانہٗ سے ان کی توجہ ہٹتی نہیں ہے اور باری تعالیٰ کا استحضار ختم نہیں ہوتا، وہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ان سے جدا و علیحدہ ہوتے ہیں، چنانچہ مجدد الف ثانیؒ نے اس سلسلہ میں کلام فرمایا ہے۔

وهذامقام مزلة الصوفية اقدامهم فضلا عن العوام حتى قال بعض الكبراء أن الولاية افضل من النبوة، واول الشراح كلامه، بأن ولاية ذالك النبى افضل من نبوته، لأن الولى ملتفت إلى الله، والنبى ملتفت الى الخلق، وقد بالغ شيخنا القطب الربانى المجدد للألف الثانى فى شناعة هذا القول، وأطال الكلام فيه، حاصله أن التوجه إلى الخلق عينى، ليس كتوجه العوام، فانه بعد وصوله إلى مرتبة عين اليقين، رجع إلى الخلق من الحكم الربانى، وهو مع ذالك كائن مع الناس بائن عنهم وهو يعطى كل ذى حق حقه فكينونته مع الخلق مع هذه البيونة أرفع حالا ممن كان مع الحق فقط، وهذا التحقيق قطرة من بحاره رضي الله عنه، من ارادالاطلاع عليه، فعليه بمكاتيبه (انجاح الحاجۃ، شرح سنن ابن ماجۃ ص ۱۱۴)

یہ وہ مقام ہے جہاں حضرات صوفیاء کے قدم پھسل جاتے ہیں عوام کا کیا کہنا! یہاں تک کہ بعض بڑے حضرات نے کہا کہ ولایت، نبوت سے افضل ہے اور شارحین نے اس کلام کی یہ تاویل فرمائی ہے اس طور پر کہ نبی کی ولایت، ان کی نبوت سے افضل ہے کیونکہ ولی اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نبی مخلوق کی طرف اور قطب ربانی مجدد الف ثانیؒ نے اس کلام کے انتہائی برے اور نامناسب ہونے کو بہت ہی زور کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں لمبا کلام ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق کی جانب متوجہ ہونا، عام لوگوں کے متوجہ ہونے کی طرح نہیں ہوتا، اس لئے کہ نبی عین الیقین کے مرتبہ تک پہونچنے کے بعد مخلوق کی طرف اللہ ہی کے حکم سے لوٹتا (آتا) ہے اور نبی مخلوق کے ساتھ ساتھ رہتے ہوئے مخلوق سے جدا ہوتا اور ان سے علیحدہ ہوتا ہے، نبی ہر حقدار کو

حق دیتے ہیں، نبی مخلوق کے ساتھ اس جدائی وعلیحدگی کے ہوتے ہوئے (بھی) بہت اونچا مقام رکھتے ہیں، اس آدمی کے مقابلہ میں جو صرف حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے یہ تحقیق حضرت مجددؒ کے علمی سمندر کا ایک قطرہ ہے، جو حضرت کے علم سے واقف ہونا چاہے، اس کو ان کے مکاتیب پڑھنے چاہئے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے بھی اپنی مایہ ناز تفسیر، تفسیر مظہری میں اس کو محقق فرمایا ہے لکھتے ہیں:

ومن ھاھنا قال بعض الصوفية :الولاية افضل من النبوة ،وفسر بعضهم هذا القول بأن ولاية النبى افضل من نبوته ،قالو ا : فتقضى الولاية الاستغراق والتوجه الى الله سبحانه ومقتضى النبوة التوجه إلى الخلق ،والتحقيق ما حقق المجدد للألف الثانى ،ان النبوة هى الافضل من الولاية مطلقا ،اذالولاية عبارة عن التجليات الصفاتية ،والنبوة عن التجليات الذاتية ،فاين لهذا من ذالک ۔ (تفسیر مظہری ج۶ ص۱۵۶)

اور یہیں سے بعض صوفیاء نے کہا کہ ولایت نبوت سے افضل ہے اور بعض نے اس قول کی تفسیر یوں بیان کی کہ نبی کی ولایت ان کی نبوت سے افضل ہے، انہوں نے کہا کہ ولایت کلیۃً اللہ کی معرفت میں ڈوب جانے اور اللہ کی طرف متوجہ ہوجانے کی متقاضی ہے اور نبوت مخلوق کی طرف توجہ کی متقاضی ہے، اور اصل تحقیق وہ ہے جو مجدد الف ثانیؒ نے بیان فرمائی ہے کہ: نبوت مطلقاً افضل ہے ولایت سے، اس لئے کہ ولایت تجلیات صفاتیہ کا نام ہے اور نبوت تجلیات ذاتیہ کا تو اس کا (یعنی نبوت کا) اس سے (یعنی ولایت سے) کیا تقابل ہے؟ (یعنی نبوت کا مقام اتنا اعلیٰ ہے کہ ولایت اس کا مقابلہ کرہی نہیں سکتی)

سوال کا دوسرا جز تھا کہ دیندار انجمن والوں کا عقیدہ ہے کہ ایک عام مؤمن کا درجہ سوالاکھ انبیاء کے برابر ہے۔اس کے جواب میں ہم بس اتنا کہنا چاہیں گے کہ یہ عقیدہ انتہائی لچر اور بے کار ہے، اس کے لئے کسی نص یا علمی جواب کی ضرورت ہی نہیں، یہ تو ایسے ہوگیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ بیٹا عمر میں باپ کے برابر ہے جب کہ دنیا میں ایسا ہوتا ہی نہیں ہے تو جن انبیاء سے امتوں کو ایمان ملا، دین ملا اور خدا کی معرفت حاصل ہوئی، ان انبیاء کے برابر امتی کیوں کر ہوسکتا ہے۔

ایک عام مسلمان بھی اس طرح کے عقیدہ کا کفریہ ہونا جانتا ہے، چہ جائے کہ اس پر دلیل طلب کی جائے۔ اور دین دار انجمن کے لوگ یہ اور اس طرح کے انتہائی گمراہ کن، مخالفِ اسلام، مخالف اجماع، مخالفِ عقل عقیدوں کے حامل ہیں، جس کی وجہ سے علماء امت نے اس جماعت کے سلسلہ میں کفر کا فتویٰ دیا اور ان سے پرہیز کرنے اور دوری اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ان سے موالات ومودت رکھنا، ان کی مجالست اختیار کرنا اور ان سے معاشرت ومناکحت کا سلسلہ رکھنا یہ سب ممنوع اور حرام ہے۔تاکہ ہمارا ایمان ودین محفوظ رہے۔

فقہ وفتاویٰ

وضو سے متعلق چند احکام

ادارہ

وضو میں بات کرنا

سوال: وضو میں بات کرنا کیسا ہے؟ اور اگر کوئی دوسرا شخص بات کرے تو اس کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: وضو میں بلاضرورت بات کرنا تو مکروہ ہے البتہ اس صورت میں جب کہ دوسرا شخص اگر بات کرے تو دل داری کے خاطر جواب دینا مستحب ہی نہیں بلکہ ایک حدتک ضروری ہے۔ (مستفاد از امداد الاحکام: ۱/۳۴۱)

انجکشن کے ذریعے خون نکالنا

سوال: انجکشن کے ذریعہ خون نکالیں تو کیا اس سے وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب: اگر نکالا ہوا خون بہہ جانے کی مقدار میں ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (مستفاد از فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/۱۳۰)

سر کے مسح کے لئے نیا پانی

سوال: سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا کیسا ہے؟ مستحب یا واجب

جواب: سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینے اور نہ لینے میں علماء کے دو قول ہیں؛ حاکم شہیدؒ نئے پانی کو لازم قرار دیتے ہیں اور جمہور علماء نیا پانی لینے کو لازم قرار نہیں دیتے، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ مسح کے لئے نیا پانی لے لیا جائے لیکن اگر ہاتھوں کی تری ہی سے مسح کرلے تو جمہور کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ (فتاویٰ قاسمیہ: ۵/۴۶)

وضو کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اُٹھانا

سوال: کیا وضو کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اُٹھانا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا ثابت ہے؟

جواب: وضو کے بعد آسمان کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا دعائے شہادت کے پڑھنے کے ساتھ مستحب ہے۔ (فتاویٰ شامی، زکریا: ۱/۲۵۳) اور انگلی سے اشارہ کرنا بھی ثابت ہے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطھارۃ: ۱/۷۷)

انگلی پر ووٹ کے نشان کا حکم

سوال: الیکشن کے موقع پر انگلی پر ووٹ دینے کے بعد بطورِ نشان رنگ لگایا جاتا ہے اس کے لگے رہنے پر وضو ہوگا یا نہیں؟

جواب: حتی الامکان اس کے مٹانے کی کوشش کرے پھر بھی نہ مٹے تو معاف ہے، وضو اور غسل کے لئے مانع (رکاوٹ) نہیں ہے۔ (مستفاد از فتاویٰ قاسمیہ: ۶۶/۵)

صرف ٹیشو پیپر سے استنجاء

سوال: صرف ٹیشو پیپر سے استنجاء کرنا جائز ہے یا نہیں، کیا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے؟

جواب: بہ حالت عذر ایسے کاغذ سے استنجاء درست اور جائز ہے، اور ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے

(فتاویٰ قاسمیہ: ۸۲/۵)

بیت الخلاء میں تھوکنا

سوال: کیا بیت الخلاء میں تھوکنا منع تو نہیں ہے؟

جواب: بیت الخلاء میں بلا وجہ تھوکنا مکروہ ہے، لہٰذا اس کی عادت نہ بنائے۔

(حاشیۃ الطحطاوی، فصل فیما یجوز بہ الاستنجاء: ۵۵/۱)

وضو کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنا

سوال: اگر کوئی شخص وضو کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرے تو کیا یہ مکروہ ہے؟

جواب: اگر آسانی سے ہو سکے تو بہ وقت وضو استقبالِ قبلہ مستحب ہے، اور اگر استقبالِ قبلہ (قبلہ رخ ہونے) میں دشواری ہو تو استدبارِ قبلہ (یعنی قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا) خلافِ مسنون بھی نہیں ہے۔

(ھندیہ: کتاب الطھارۃ الفصل الثالث فی المستحبات: ۸/۱)

وضو میں اعضاءِ وضو کتنی دفعہ دھونا

سوال: وضو میں تین دفعہ منھ دھونے کے بجائے چار یا پانچ دفعہ دھونا کیسا ہے؟

جواب: اعضاءِ وضو کو تین مرتبہ سے زیادہ سنت یا باعث ثواب سمجھ کر دھونا مکروہ ہے، اور اگر ایسا نہیں سمجھ رہا ہے بلکہ صرف ازالۂ شک (شک کو ختم کرنے) اور اطمینان قلب کی خاطر تین سے زیادہ مرتبہ دھوئے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (شامی زکریا: ۲۵۸/۱)